سیرۃ فریدیہ

یعنی

حالات زندگی

نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان بہادر مصلح جنگ

وزیر

ابو النصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی

مؤلفہ

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

موروثی خطاب شاہی

جواد الدولہ سید احمد خان بہادر عارف جنگ

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صوفی طبع شد

۱۸۹۶ء

سیرۃ فریدیہ

یعنی

حالات زندگی

نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان بہادر مصلح جنگ

وزیر

ابو النصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی

مؤلفہ

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

موروثی خطاب شاہی

جواد الدولہ سید احمد خان بہادر عارف جنگ

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام آقا علیخان صوفی طبع شد

سنہ ۱۸۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت فریدیہ

یعنی

حالاتِ زندگی نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر مصلح جنگ وزیر اکبر شاہ ثانی

خواجہ فرید الدین احمد خان جنکو اکبر شاہ ثانی کے عہد مین عہدۂ وزارت اور مذکورۂ بالا خطاب ملا تھا حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کی اولاد مین ہین جنکا مزار مرو مین ہے اور شاہ ہمدان کے لقب سے مشہور ہین۔

ہمدان عراق عجم مملکت ایران کا ایک شہر طہران سے ایک سو ساٹھہ[۱۶۰] میل کے فاصلہ پر ہے - یہہ شہر نہایت آباد اور تجارتگاہ تہا - تیمور نے اوسکو تباہ کردیا معجم البلدان مین اسکا عرض بلد ۳۶ درجہ اور طول بلد مغرب سے ۷۳ درجہ لکہا ہے - انگریزی مہندسون نے اوسکا عرض بلد ۳۴ درجہ ۵۰ دقیقہ اور طول شرقی گرینچ سے ۴۸ درجہ ۳۲ دقیقہ قرار دیا ہے -

خواجہ **یوسف** ابن ایوب ابن یوسف الہمدانی اولیاے کبار مین تہے اونکا لقب **ابو یعقوب** ہے وہ ۴۴۰ ہجری مطابق ۱۰۴۸ء مین پیدا ہوے اور ۵۳۵ھ مطابق ۱۱۴۰ء مین بمقام **بامین** جو مرو کے راستے پر ہے انتقال کیا - اول اونکے جنازہ کو وہین دفن کر دیا اور پہر مرو مین لیجاکر اوس مقبرہ مین جو اونکے نام سے مشہور ہے دفن کیا - پچانوے برس کی عمر ہوی - بغداد مین انہون نے تعلیم پائی اور ابو اسحاق فقیہ سے علم فقہ پڑہا - اونکا مذہب حنفی تہا اور شیخ **عبداللہ** جوینی کے مرید تہے اور اون ہی سے خرقۂ خلافت پایا تہا عراق عجم اور خوارزم اور خراسان اور ماوراء النہر مین اونکی کمال شہرت تہی - مرو مین سکونت اختیار کرلی تہی - خواجہ عبداللہ برقی - خواجہ حسین انداقی - خواجہ احمد یسوی - خواجہ عبدالخالق غجدوانی اونکے خلفاے کبار مین سے ہین - (تاریخ یافعی - نفحات الانس جامی - سفینۃ الاولیا - انوار العارفین طبقات الکبری عبدالوہاب شعرانی) -

اونکے انتقال کے بعد اونکی اولاد مرو سے کشمیر مین جا بسی تہی - کشمیر مین اور

ملکون سے بہی مسلمان آکر آباد ہوے - مگر وہ کشمیری الاصل نہین ہین - بلکہ نزیل کشمیر ہین - کشمیری الاصل وہی ہین جو وہان کے اصل باشندے تہے اور مسلمان ہو گیے ہین - کشمیر کے اصل باشندے اپنے گوت کا ایک لقب رکہتے ہین اور اوسکو آل کہتے ہین - اس زمانہ مین بہی تمام کشمیری ہندو جو کشمیری پنڈت کہلاتے ہین اپنے نام کے ساتہ اپنا آل لگاتے ہین - اون مین سے جو مسلمان ہو گیے ہین وہ بہی نسل در نسل اپنی آل کو یاد رکہتے ہین اور گویا وہ نشانی اونکے کشمیری الاصل ہونیکی ہے - جو نزیل مسلمان مدت دراز سے کشمیر مین رہنے لگے ہین اور وہان اونکی پشتین گذر گیئن وہ بہی کشمیری کہلاتی ہین - مگر اونکے ساتہہ کوئی آل جو کشمیری الاصل ہونیکی علامت ہے نہین ہوتا - خواجہ یوسف ہمدانی کی اولاد اور خواجہ عبد اللہ احرار کی اولاد جو کشمیر مین آباد ہوگیی در اصل اونہین کا لقب خواجہ کا تہا - مگر ہندوستان مین بہت سی مسلمان کشمیریون نے بہی جو کشمیری الاصل ہین یہ لقب اختیار کر لیا ہے -

خواجہ **فریدالدین احمد** سنہ ۱۱۶۱ ہجری مطابق ۱۷۴۷ء کے دلی مین پیدا ہوے اونکے والد کا نام خواجہ اشرف تہا - اونکے دادا خواجہ عبد العزیز کشمیر سے بطریق تجارت دلی مین آیے تہے - اور کشمیری شال کی تجارت کرتے تہے اور ریشم کی تجارت کا بہت بڑا کارخانہ تہا - اخیر کو انہون نے دلی ہی مین توطن اختیار کر لیا تہا -

خواجہ **اشرف** کے آٹہہ بیٹے تہے - خواجہ فریدالدین - خواجہ علاؤالدین - خواجہ شہاب الدین - خواجہ نورالدین - خواجہ محی الدین - خواجہ نجیب الدین - خواجہ حسام الدین

خواجہ کمال الدین۔ انمین سے جو سب سے بڑے نامی ہوے اور جنکو ہزارون آدمیون نے سجدہ کیا اور معبود اللہ کہا وہ خواجہ نجیب الدین تھے وہ ابتدای عمر سے رسول شاہی فقیر ہوگیے تھے جو سُہروردی خاندان مین ایک نیا فرقہ رسول شاہ جی کے پیرون کا پیدا ہوگیا تہا اور مولوی محمد حنیف جو رسول شاہ جی کے جانشین تھے خواجہ نجیب الدین اونکے چیلے ہوگیے تھے۔ اور اونکے پیر نے فدا حسین اونکا نام رکھہ دیا تہا۔ شاہ فدا حسین نے تمام علمی کتابین اپنے پیر سے پڑہین اور جب تحصیل پوری ہوگئی تو اپنے مرشد کے حکم سے کل کتابین کنوئین مین ڈال دین۔ اونکا مشرب اور عمل وحدت وجود پر تہا اور وضع یہی کہ ڈاڑہی مونچہہ کا صفایا۔ ایک لنگوٹی باندہے۔ اور سارے بدن پر کوئلے کی آگ ملے ہوے جو بھبوت کہلاتی تھی بیٹھے رہتے تھے۔ اگر حجرہ سے باہر نکلتے تو ایک تہمت گھٹنون تک لپیٹ لیتے تھے اور سر پر ایک مثلث رومال باندھ لیتے تھے۔ انھون نے اٹھارہوین محرم روز پنجشنبہ ۱۲۵۹ھ ہجری مطابق ۱۸۴۳ء مین انتقال کیا اور اونکا مزار الور مین رسول شاہیون کے تکیہ مین ہے جو چمیلی باغ کہلاتا ہے۔

شاہ فدا حسین بہت مستعد عالم تھے اور کبھی کبھی کسی کو فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ اور دیگر تصنیفات حضرت محی الدین ابن عربی اور دیگر اہل وحدت وجود کی نہایت عمدگی اور خوبی سے پڑہاتے تھے۔

خواجہ **علاءالدین** صاحب نے بھی مثل بزرگانِ دین کے درویشی اختیار کی تھی اور طریقہ علیا نقشبندیہ مین شاہ **محمد آفاق صاحب** کے مرید اور خلیفہ تھے

اور حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ ادا کی تھی - اگرچہ انہون نے تاہل کیا تھا مگر
تمام عمر گوشہ نشینی اور ذکر و اذکار و زہد و مجاہدہ مین گذرانی اور ۲۰ جمادی الاول روز
یکشنبہ ۱۲۷۱ ہجری مطابق ۱۸۵۵ء کے انہون نے انتقال کیا - اونکے تین بیٹے
تھے خواجہ ضیاء الدین صاحب جو ایک مشہور واعظ تھے اور خواجہ کمال الدین صاحب
ان دونون صاحبون نے انتقال کیا مگر اونکے سب سے بڑے بیٹے حکیم خواجہ
بہاء الدین صاحب جاورہ مین موجود اور اس وقت تک زندہ ہین -

خواجہ حسام الدین نے اپنی جوانی مین دریاے چنبل مین ڈوب کر اور خواجہ کمال الدین
نے عالم شباب مین مرض موت مین مبتلا ہو کر انتقال کیا تھا -

خواجہ شہاب الدین عربی نسخ خط لکھنے کے اوستاد تھے اور انگریزی عملداری
مین کسی محکمہ مین ناظر ہو گیے تھے -

خواجہ محی الدین کو سرکار بادشاہی مین تعلق ہو گیا تھا اور خواصان شاہی کے
سرجوکی ہو گیے تھے -

خواجہ نور الدین کو چند روز تک دربار سیندھیہ مین فوج سوارون مین کوئی عہدہ
افسری کا مل گیا تھا -

مگر خواجہ فرید الدین احمد بہت زیادہ اقبالمند ہونے والے تھے - اون کو ابتداے
عمر سے تحصیل علم کا بہت شوق تھا اور علوم ریاضیہ سے اونکو طبعی مناسبت تھی وہ
علم کی تحصیل کیطرف متوجہ تھے - دلی مین انہون نے درسی کتابون کو تمام کیا دلی

مین کوئی شخص علوم ریاضیہ مین زیادہ مشہور نہ تھا۔ مگر علامہ تفضل حسین خان لکھنوی تمام علوم مین اور خصوصًا علوم ریاضیہ مین نہایت مشہور تھے اور لوگون نے علامہ کا لقب اونکو دیا تھا۔ خواجہ فریدالدین احمد علوم ریاضیہ کی تحصیل او تکمیل کے لیے لکھنو گیے اور انتہا درجہ تحصیل کی جو کتابین علوم ریاضیہ کی ہین اون سے پڑہین اور دو تین سال وہان رہ کر دلی واپس آیے۔

یہہ زمانہ نواب آصف الدولہ کا تھا۔ کیونکہ نواب آصف الدولہ ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۱۸۸ھ مطابق سنہ ۱۷۷۴ع کے مسند نشین ہوے تھے اور سنہ ۱۱۹۵ ہجری مطابق سنہ ۱۷۸۰ع کے اونہون نے لکھنو کو دار الریاست قرار دے لیا تھا۔ نواب آصف الدولہ کا انتقال ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۷۹۷ع کے ہوا۔ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد ۱۳ شعبان سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق یکم جنوری سنہ ۱۷۹۸ع نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے۔

علامہ تفضل حسین خان پہلے جنرل **پامر** کے پاس منشی تھے۔ پہر اونکی سفارش سے نواب آصف الدولہ نے اون کو اپنا سفیر کر کے کلکتہ بہیجا تہا اور جب وہ لکھنو مین آیے تو عہدہ نیابت بہی اونکو مل گیا تہا۔ نواب سعادت علی خان کے عہد مین علامہ تفضل حسین خان دوبارہ عہدہ سفارت کے امیدوار ہو کر کلکتہ گیے۔ مگر نواب سعادت علی خان نے سند سفارت اونکے پاس نہ بہیجی۔ اسلیے وہ کلکتہ سے واپس ہوے اور اثناے راہ مین بمقام ہزاری باغ سنہ ۱۲۱۵ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۹ع کے

اونہون نے انتقال کیا۔

دلّی مین ایک اور کشمیری خاندان خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد مین کشمیر سے آکر آباد ہوا تہا
خواجہ فریدالدین احمد کی شادی غالباً سنہ ۱۱۹۳ ہجری مطابق سنہ ۱۷۷۹ع مین خواجہ محمد مراد
احراری کی بیٹی سے ہوی۔ پادشاہان دلّی کے عہد مین چار معزز عہدے تہے۔ ایک
ملک العلما۔ کا جس قدر علما بادشاہ کے سامنے پیش ہوتے تہے۔ اور اونکو جو انعام
واکرام یا جاگیر ومنصب ملتا تہا وہ سب ملک العلما کے ذریعہ سے ملتا تہا۔ دوسرا ملک الحکما
کا۔ جو شخص یہ عہدہ رکہتا تہا اوسی کے ذریعہ سے تمام طبیب دربار شاہی مین پیش ہوتے
تہے۔ تیسرا ملک الشعرا کا۔ اس عہدہ دار کے ذریعہ سے تمام شعرا بادشاہ کے دربار مین
حاضر ہوسکتے تہے۔ چوتہا ایک عہدہ تہا جسکی وساطت سے درویش اور مشائخ بادشاہ
کے پاس جاسکتے تہے اور وظائف اور ادرار اوسی کے ذریعہ سے اونکو دیے جاتے
تہے۔ اور تمام درگاہون کا سالانہ خرچ اور درگاہون کے عرس اور فاتحہ وغیرہ کے
اخراجات اوسی کے ذریعہ سے ہوتے تہے۔ اس عہدہ کا نام ملک الاولیا تو نہین قرار
پاسکتا تہا اسلیے اوس عہدہ کا نام نقیب الاولیا قرار دیا گیا تہا خواجہ محمد مراد احراری اسی عہدہ
پر مامور تہے جو ایک نہایت بزرگ اور عالی رتبہ تہے۔

خواجہ فریدالدین احمد کی ایک ہی بیوی تہین اور اونسے پانچ اولادین پیدا ہوئی تہین
دو بیٹے اور تین بیٹیان۔ اور یہہ اولادین تین تین برس کے فاصلہ سے غالباً سنہ ۱۲۰۷ھ
مطابق سنہ ۱۷۹۲ع کے پیدا ہوچکی تہین۔

سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۷ء کے خواجہ فریدالدین احمد پھر لکھنو گیے - یہ زمانہ بھی نواب آصف الدولہ کا تھا - مگر چند روز بعد ہی نواب آصف الدولہ کا انتقال ہو گیا اور نواب سعادت علی خان سند نشین ہوے - اس دفعہ کے سفر لکھنو مین جو نہایت دلچسپ امر پیش آیا وہ خود خواجہ فریدالدین احمد کے ہاتھہ کا لکھا ہوا اونکے رسالہ مسمےٰ فوائدالافکار فی اعمال الفرجار کے دیباچہ مین ہمارے پاس موجود ہے - جس کو ہم بعینہ نقل کرتے ہین -

وہ لکھتے ہین کہ دو چنین گوید مؤلف این رسالہ فریدالدین احمد کہ چون فقیر را از ایام طفولیت شوق بود بعلم ریاضی و در حال تحصیل چیزی از ین علم حاصل نمودہ و اکثر بمطالعۂ کتب ریاضی می پرداخت در بعضے حواشی بنظر آمدہ کہ پرکار متناسبہ از جملہ آلات ریاضی بود کہ ازان اکثر اعمال نجومی و بعضے اشکال ہندسی و مسائل حسابی باسانی استخراج می شد حالا علم و عمل آن بسبب نایابی آن آلہ مفقود است و نیز زبانی بعضے اوستادان نجوم ہمین شنیدہ بودم پس ازان اشتیاق آن بدل داشتم و از ہر کس ریاضی دان کہ تذکرہ آن میکردم میگفت کہ ماندیدہ ایم و نہ شنیدہ ایم اغلب باشد پرکار ہمین است کہ براے رسم دائرہ و پیمایش خطوط بکار می آید دیگر قسم پرکار نیست - بعد آنکہ در سنہ ۱۲۱۲ ہجری این فقیر در لکھنو وارد شدہ و از جنرل مارٹین و مستر گوراوزلی کہ حکیم مشرب بود ملاقات شدہ نزد اوشان یک آلہ عجیب و غریب دیدم از برنج و آہن مرکب و دو پرہ نوکدار بر جسم نہادہ و در کمر آن میخ مثل مقراض بند کردہ مگر میخ این آلہ از جای خود حرکت میکرد تا آنرا از جا حرکت دادہ در دور و نزدیک

از سر آن بار ندور بر هر دو سطح آن خطوط چند بود چون گاهی این قسم چیز ندیده بودم استفسار
کردم گفتند که نام این در زبان انگریزی یعنی پرکار تقسیم است و ازین آله تقسیم خطوط و دوائر و
سطوح و اجسام مختلفه باسانی میشود چون آن آله از جنرل مارٹین بود از او شان عاریت گرفتم
و دانستم که پرکار تناسب همین باشد چون هر چهار عمل که دران موضوع بود مسٹر اوزلی روبروی
من کرده بود بمکان خود آورده اعمال آن کردم و بسیار فکر کردم که چیزی از اعمال نجومی
ازان استخراج شود هیچ نشد دانستم که این پرکار تناسب نیست مگر چند روز محنت کرده بدلایل
اصول طور صنعت آن مستنبط کردم و مانند آن یک پرکار نقره تیار کردم مسٹر اوزلی از من
گرفته به نواب وزیر سعادت علی خان بهادر گزرانید و از دیدن این پرکار بسیار متعجب شده
گفت که اکثر مردم از اعمال این پرکار آشنا نیستند چه جای صنعت آن که درینجا کسی
نمیداند و در ولایت هم هر کس از صنعت این آگاه نیست و من این قدر میدانم که یک آله
در گنج پرکارها میباشد باستعانت آن این پرکار درست میکنند مگر وضع درست کردن آن
نمیدانم شما بدون آن چه طور ساختید چون این جانب گاهی گنج پرکارها ندیده بود مشتاق
دیدن آن شدم او شان گنج پرکارها از صندوقچه خود بر آورده بمن ملاحظه کنانیدند چون
بران آله خطوط و رقوم بسیار دیدم و از او شان استفسار حال آن نمودم گفتند که عمل دو سه
خط میدانم چنانچه روبروی بنده عمل تقسیم خط و استخراج وتر و جیب کرده گفتند که
من همین قدر میدانم لیکن شنیده ام که ازین آله اعمال بسیار از قسم دریافت ظل و قطر آن و
خطوط متوالیه و اکثر اعمال نجوم میشود مگر من نمیدانم بلکه اکثر صاحبان انگریز هم نمیدانند الا

مہندسان دانستم کہ پرکار متناسبہ ہمین باشد وچون آن گنج بسیار عمدہ وتحفہ بود نخواستم کہ آنرا بعاریت بگیرم اگرچہ دلم بسیار آرزومند شد بعد آن چند پرکار تقسیم برنجی مرتب کردہ رقوم آن بجای انگریزی فارسی کندہ کردم وبآشنایان خود دادم بعد چندے وارد کلکتہ شدم ویک گنج پرکار ہا خرید نمودم کہ دران آلہ مذکور ہم بود پس در پی دریافت اعمال آن شدم وفکر وسعی بسیار نمودہ عمل استخراج ظل وقطر ظل واکثر اعمال نجومی وہندسی استنباط کردم چنانکہ مسودات بسیار شد پس یقین شد کہ پرکار متناسبہ ہمین است کہ سابق در عرب وعجم مروج باشد وحالا این کسے نمیداند ومختص در صاحبان انگریز وفرانس مروج ہست۔ پس آن مسودات اعمال را بطور قیاس خود مرتب نمودہ صاف کنانیدم وبراے یادگار وفائدہ شائقان این علم رسالہ درست نمودم ونام این رسالہ **فوائد الافکار فی اعمال الفرجار** نہادم۔ انتہی۔

اوس زمانہ مین مدرسہ کلکتہ مین جسکو حکام انگریزی نے قائم کیا تھا ایک سپرنٹنڈنٹ مقرر کرنے کی ضرورت تھی جسکی تنخواہ سات سو روپیہ تھی لکھنؤ مین جو حکام انگریزی تھے انہون نے خواجہ فریدالدین احمد کی سفارش اوس عہدہ کے لیے کی اور اوسپر اونکا تقرر ہوگیا۔ اور وہ اوسی سنہ مین یا اوسکے تھوڑے زمانہ بعد کلکتہ مین پہونچے جیسا کہ خود اونہون نے اپنی اوس کتاب کے دیباچہ مین بعد ذکر حالات لکھنؤ لکھا ہے کہ ،،بعد چندے وارد کلکتہ شدم،، اوس زمانہ مین مارکوئیس آف ولزلی گورنر جنرل تھے۔ خواجہ فریدالدین احمد نے کلکتہ مین پہونچکر اپنے عہدہ کا چارج لیا

اور اپنا کام کرتے رہے۔

اوس زمانہ مین دلی مین شاہ عالم بادشاہ تھے اور ایران مین فتح علی شاہ اور مشہور ہو رہا تھا کہ زمان شاہ کابلی نے ہندوستان پر حملہ کرنے اور اوسکے فتح کرنے کا ارادہ مصمم کرلیا ہے اور اوسکے فرمان بھی راجگانِ پنجاب کے نام اس مضمون کے آگئے تھے کہ برسات کے بعد دہلی پر جو تختگاہِ سلاطینِ تیموریہ ہے یورش کرونگا۔ دوسر کار انگریزی اس فکر مین تھی کہ کسی طرح زمان شاہ کا ہندوستان پر یورش کرنا روکا جاوے۔

اوس زمانہ مین انگریزون کیطرف سے مسٹر مینسٹی بوشہر مین بطور سفیر کے متعین تھے اور سر ہرفرڈ جیس بارونٹ بغداد مین اور نواب مرزا مہدیعلیخان بہادر حشمت جنگ گورنر بمبئی کی طرف سے دربار ایران مین سفیر مقرر ہوے تھے وہ بوشہر مین آئے اور حاجی محمد خلیل خان کے ذریعہ سے فتح علی شاہ بادشاہ ایران اور وزراے ایران سے اس امر مین خط و کتابت جاری کی اور زمان شاہ کے بھائیون محمود شاہ و فیروز شاہ کو افغانستان پر حملہ کرنے کو آمادہ کیا۔ اس خبر کے سنتے ہی زمان شاہ اطراف پشاور سے ہرات کو چلا گیا اور ہندوستان پر حملہ کرنا ملتوی ہو گیا۔ اور کپتان مالکم سے جو بطور سفارت ایران پہونچ گیے تھے اور فتح علی شاہ سے رمضان سنہ ۱۲۱۵ ہجری مطابق ۲۸ جنوری سنہ ۱۸۰۱ء کے ایک عہدنامہ تحریر ہو کر حاجی ابراہیم خان وزیر اعظم شاہ ایران اور کپتان مالکم صاحب کے دستخط سے مکمل ہوا۔ اور جب کپتان جان مالکم دربار ایران سے واپس آئے تو فتح علی شاہ نے حاجی محمد خلیل خان کو سفیر مقرر کر کے

بمبئی کو روانہ کیا۔

حاجی محمد خلیل خان ۲۲ رمئی ۱۸۰۲ء مطابق ۱۲۱۷ ہجری کے بمبئی مین پہونچے
نہایت تعظیم و تکریم سے انگریزون کی جانب سے استقبال ہوا اور جس مکان مین
ٹھہرایے گیے وہان ایک کمپنی سپاہیون کی بطور اظہار تعظیم تعینات کی گئی۔

اتفاقاً ایک دن حاجی محمد خلیل خان کے ساتھیون اور کمپنی متعینہ کے سپاہیون
مین کسی امر مین تکرار ہوی اور ہتھیارون تک نوبت پہونچی۔ حاجی محمد خلیل خان اوس
جھگڑے کے رفع دفع کرنے کو اندر سے باہر نکلے اور اتفاقیہ ایک گولی اونکے لگی
اور وہ مارے گیے۔ یہہ واقعہ ۲ رجولائی ۱۸۰۲ء مطابق ۱۲۱۷ ہجری کے
واقع ہوا۔ مارکوئیس آف ولزلی گورنر جنرل نے اس اتفاقیہ حادثہ پر بہت رنج اور
افسوس ظاہر کیا اور میجر مالکم اور مسٹر لوٹ کو جو کلکتہ مین تھے واسطے تشفی و دلدہی
پس ماندگان حاجی محمد خلیل خان کے بمبئی کو روانہ کیا۔ چنانچہ وہ (۳ر اگست ۱۸۰۲ء
کو کلکتہ سے روانہ ہوے۔ مسٹر لوٹ راہ مین بیمار ہوگیے اور میجر مالکم ۱۹ ستمبر کو مچھلی
بندر مین اور از راہ خشکی حیدر آباد دکن ہوکر ۱۱ اکتوبر کو بمبئی پہونچے اور پس ماندگان
حاجی محمد خلیل خان کی بخوبی تسلی و تشفی کی اور نومبر ۱۸۰۲ء کو کلکتہ واپس چلے گیے
علاوہ اسکے مارکوئیس آف ولزلی نے ایک تعزیت نامہ مسٹر مینسٹی کے ہاتھہ جو
بصرہ مین بطور سفیر مقرر تھے فتح علی شاہ کے پاس بھیجا اور فتح علی شاہ شاہ ایران نے
بھی اس واقعہ کا اتفاقیہ واقع ہونا تسلیم کیا۔

اس زمانہ مین نواب مہدیعلیخان حشمت جنگ سرکار انگریزی کی طرف سے بوشہر مین سفیر تھے مگر سرکار انگریزی نے کسی سبب سے اونکو اس عہدہ سے علحدہ کرکے واپس بُلالیا۔

چنانچہ تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و محمد نبی خان مین جو ۱۸۸۶ء مین بمبئی مین چھپی ہے بصفحہ ۱۶ و ۱۷ ایہ فقرہ لکھا ہے۔ "و قونسلگری بندر ابوشہر درین آوان بنواب مرزا مہدیعلیخان حشمت جنگ بہادر حوالہ وچون او میخواست کہ بدولت خود حسن خدمتی نماید و میخواست کہ مسئولیت و بار و تہمت مہمانکشی را از دوش دولت انگلیس بردارد لہذا بعقل ناقص خود تدبیرے اندیشید واز واقعۂ قتل حاجی خلیل خان خبرہای دروغ بولایات اطراف انتشار رسیداد و این بطریقیکہ مسئولیت آن بخود آن مرحوم عائد میگردید و حالانکہ ہیچ حاجتے بانتشار آن نوع خبرہای دروغ نماندہ بود و حادثۂ مذکور رامردم ایران بنظر تعجب ملاحظہ میکردند کہ آیا درین کار چرا دولت انگلیس این ہمہ اصرار میکند و بجای اینہمہ مصارف گزاف ہرگاہ یک سفیرے دیگر بدربار ایران فرستادہ بود دہر آیینہ ازین بدنامی ہا بیرون می آمد و رضانامہ دربار ایران را حاصل مینمود و جماعت انگلیسیہ بدین سبب نواب ممدوح را مقصر نمودہ از بوشہر معزول نمودند و مواجب دادند۔

ان واقعات کے بعد گورنر جنرل مارکویس آف ولزلی نے ایک خط معذرت کا بنام شاہ ایران اور ایک سفارت کا دربار ایران مین جسکا صدر مقام بوشہر مین رہتا تھا بھیجنا تجویز کیا اور مسٹر لوٹ جو بمبئی مین تھے خط معذرت لیجانے کو تجویز ہوے اور میجر مالکم

کے پاس بمبئی مین وہ خط بہیجا گیا کہ مسٹر لوٹ کے ہاتہہ روانہ کیا جاوے۔ مگر وہ بسبب
بیماری کے نہ جاسکے اور میجر مالکم نے جو اوس وقت بمبئی مین تہے بذریعہ اپنی چٹھی بنام
چراغ علیخان لکھا کہ مسٹر لوٹ کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے مسٹر یار لی کو نواب گورنر جنرل
کا خط بنام شاہ سپرد کیا گیا ہے کہ وہ لیجاوین اور پہر اپنی چٹھی مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۰۲ء
مین مسٹر ایڈمنسٹن پولٹیکل سکرٹری کو لکھا کہ مسٹر لوٹ کا عقب سے جانا ضرور ہے
مگر یہ خط معذرت گورنر جنرل کا بذریعہ مسٹر مینسٹی جو سفیر بصرہ مین تہے شاہ کی خدمت مین
پہونچایا گیا جیسا کہ ہم اوپر لکھہ آئے ہین اور اوسکا ذکر تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و
محمد نبی خان مین جو ۱۸۸۶ء مین بمبئی مین چہپی ہے بصفحہ ۵ احسب ذیل مندرج ہے۔
"مارکویس ولزلی یک معذرت نامہ مصحوب مسٹر مینسٹی بالیوز بصرہ و دیگران با جامہ ہای
سیاہ کہ نشان عزاداریست بدربار ایران فرستاد و نامہ و ہدایای فوق را ایشان برداشتہ
بحضور اعلیحضرت فتح علی شاہ رفتند کہ یکتن از مامورین نظام و یک کپینی سپاہ نظام از تاریخ
وقوع این حادثہ در بندر بمبئی محبوس ند و این حادثہ ناگاہ روے دادہ و اعلیحضرت پادشاہی
نیز از راہ مراحم بیکران شاہانہ برہائی محبوسین فرمان داد و نامہ و ہدایاے ایشان اپذیرفتہ
و مسٹر مینسٹی بمحل ماموریت خویشتن برگشت"
مارکویس آف ولزلی نے مسٹر لوٹ اور خواجہ فریدالدین احمد دونون کا بہیجنا تجویز
کیا۔ اونکی تاریخ روانگی ٹہیک طور پر معلوم نہین ہوتی۔ مگر غالباً ۱۸۰۳ء مطابق
سنہ ۱۲۱۸ ہجری کے روانہ ہوے ہونگے۔

کسی انگریزی تاریخ سے جہانتک ہمنے تلاش کی مسٹر لوٹ کا ایران یا بوشہر پہونچنا معلوم نہین ہوتا - بلکہ اونکی روانگی بہی معلوم نہین ہوتی - خواجہ فریدالدین احمد کا دستور تہا کہ وہ برابر اپنا روزنامچہ لکہا کرتے تہے - اور عہد شباب سے اونکے انتقال سے دو ہفتہ بیشتر کا روزنامچہ لکہا ہوا موجود تہا اور راقم نے بارہا اوسکو بطور ایک دلچسپ تاریخ کے پڑہا تہا - مگر افسوس ہے کہ زمانہ غدر ۵۷ء مین وہ روزنامچہ تلف ہوگیا - راقم کو یاد پڑتا ہے کہ اوس روزنامچہ مین لکہا تہا کہ دو مسٹر لوٹ بیمار ہوگیے اور گورنر جنرل کے حکم سے خواجہ فریدالدین احمد بطور سفیر مستقل کے روانہ ہوے - بوشہر پہونچنے کے بعد وہ شیراز اور طہران مین گیے اور کئی دفعہ فتح علی شاہ کے دربار مین حاضر ہوے اور فتح علی شاہ کی مہربانی اونکے حال پر خصوصًا بلحاظ اونکے اعلی درجہ کے علوم ریاضیہ کے جاننے کے بہت زیادہ ہوگئی تہی -

بوشہر اور شیراز اور طہران مین جو واقعات گذرے ہون اونکے بالتفصیل لکہنے کا بسبب تلف ہوجانے روزنامچہ کے کوئی ذریعہ نہین رہا - مگر جہانتک کہ راقم کو بالاجمال یاد ہے وہ اسقدر ہے کہ خواجہ فریدالدین احمد نے شاہزادہ حسین علی میرزا اور صادق علیخان اور چراغ علیخان نوای بیگلربیگی (یہ وہی چراغ علیخان ہین جنکے نام میجر مالکم نے چہٹی لکہی تہی) سے جو دربار شاہی مین رسوخ رکہتے تہے بہت زیادہ دوستی پیدا کی تہی اور اون ہی لوگون کے ذریعہ سے جو مقاصد سفارت کے تہے اونکو بخوبی انجام دیا تہا بڑا مقصد اس سفارت کا یہہ تہا کہ شاہ ایران کو بجاے حاجی خلیل خان مقتول کے

ہندوستان مین دوسرے سفیر کے بہیجنے کی ترغیب دیجاوے تاکہ دوستی اور ارتباط دونون سلطنتون کا قائم رہے۔ اور شاہ کو اس بات کا یقین دلایا جاوے کہ درحقیقت حاجی خلیل خان کے مارے جانے کا واقعہ ایک امر اتفاقی تہا اور گورمنٹ انگریزی کوئی الزام اوسکا اوس مرحوم کی نسبت خیال نہین کرتی جیساکہ نواب مہدیعلیخان نے اوسکو شہرت دی تہی۔ اس مقصد مین بخوبی کامیابی ہوئی اور شاہ نے دوسرا سفیر ہندوستان مین بہیجنا منظور کر لیا اور محمد نبی خان کا شاہ کیطرف سے بطور سفیر کے ہندوستان مین بہیجنا تجویز کیا گیا۔

خواجہ فریدالدین احمد کی محمد نبی خان سے بہی دوستی تہی اور جبکہ اونکا ہندوستان مین بطور سفیر کے بہیجنا تجویز ہوا تو محمد نبی خان نے بہت زیادہ راہ و رسم خواجہ فریدالدین احمد سے بڑہالی تہی۔ محمد نبی خان کی سفارت ہندوستان کا مفصل حال تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و محمد نبی خان مطبوعہ بمبئی مین مندرج ہے محمد نبی خان کو شعر کا بہی مذاق تہا۔ اوسکی دوستی کا خواجہ فریدالدین احمد سے یہ بڑا ثبوت ہے کہ جب خواجہ فریدالدین احمد امور سفارت کے انجام دینے کے بعد شیراز سے بوشہر کو روانہ ہونیلگے تو محمد نبی خان نے چند اشعار الوداعی بطور علامت دوستی کے تصنیف کر کے خواجہ فریدالدین احمد کو پیشکش کیے۔ وہ اشعار ہمراہ دیگر اشعار محمد نبی خان کے تاریخ سفارت مذکورۂ بالا مین بصفحہ ۱۰۳ چہاپے ہوے ہین جنکو ہم بلفظہ مع اوس عبارت کے جو اونکے عنوان پر لکہی ہے ذیل مین مندرج کرتے ہین۔

قطعہ کہ بخواجہ فریدالدین احمد در شب روانگی ایشان از شیراز بہ بندر ابوشہر بدیہہ نوشتہ شد

مشفقا امشب چو زلفِ گلرخان
خاطرِ جمعم پریشان گشتہ است

حیرت افزاید مرا از خویشتن
کز چہ رو احوالم اینسان گشتہ است

خاکدانِ دہر را از آب و ہوا
آتشی گوئی فروزان گشتہ است

بر دلم نہ از گلے خارے خلید
تا بگویم اینم از آن گشتہ است

ہم یک امشب بندہ را سر در دار
دل ترا از جان چہ خواہان گشتہ است

ہجر تو بس مشکل آید بر سفیہ
از چہ رو پیشِ تو آسان گشتہ است

اس سفارت کے انجام دینے کے بعد خواجہ فریدالدین احمد بوشہر سے کلکتہ واپس آیے اوس وقت کوئی پولیٹکل امر گورنمنت انگریزی اور سلطنت اوا واقع برہما مین درپیش تہا۔ اوسکے طے کرنے کو خواجہ فریدالدین احمد گورنمنٹ انگریزی کیطرف سے بطور ایجنٹ مقرر ہوکر اوا مین گیے اور اوسکو انجام دیکر پہر کلکتہ مین واپس آیے۔

اونکی واپسی کے تہوڑے عرصہ پیشتر یعنی ۱۸۰۳ء مطابق ۱۲۱۸ہجری مین ملک بوندیل کہنڈ فتح ہوچکا تہا اور واسطے وصول مالگزاری کے دیہی پر تحصیلدارونکا تقرر ہوتا تہا۔ اوس زمانہ مین وہ عہدہ نہایت معزز اور ذی اختیار تہا۔ اون تحصیلدارون کو تنخواہ نہین ملتی تہی بلکہ ایک حصہ ملک کا سیر ہوجاتا تہا اور جس قدر روپیہ وہ اوس

ملک سے مالگزاری کا وصول کرتے تھے دس روپیہ سیکڑا حق التحصیل اوسمین سے لیتے تھے - خواجہ فریدالدین احمد اوا سے واپس آنے پر بوندیل کھنڈ مین اوس عہدہ پر مقرر ہوے اور پرگنات اوگاسی وغیرہ جو اب ضلع باندہ مین شامل ہین اونکے سپرد ہو گیے - جب یہ انتظام شکست ہو گیا اور کلکٹر اور معمولی تحصیلدار مقرر ہوے اوسوقت خواجہ فریدالدین احمد اوس عہدہ سے کنارہ کش ہو کر دلی مین واپس آیے -

خواجہ فریدالدین احمد سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق ۱۷۹۷ء کے دلی سے نکلے تھے اور سنہ ۱۲۲۵ھ مطابق سنہ ۱۸۱۰ء کے بارہ تیرہ برس کے بعد واپس آیے - اس عرصہ مین دلی مین بہت سے واقعات گذر چکے تھے -

جب وہ گیے تو شاہ عالم بادشاہ تھے اونکی آنکھین نکل چکین تھین اور اونکی حالت نہایت خستہ اور خراب تھی - اونھون نے اپنی خستہ حالی کے بیان مین ایک غزل لکھی ہے اور ہر ایک سے اور نیز انگریزون سے مدد چاہی ہے - ہم اوس غزل کو بطور تاریخانہ یادگار کے اس مقام پر لکھتے ہین - یہہ غزل مفتاح التواریخ مؤلفہ ولیم بیل مین بھی چھپی ہے - مگر نہایت غلط چھپی ہے - ہم اوسکو صحیح کی ہوی چھاپتے ہین اور جو اشارات اوس غزل مین ہین حاشیہ پر اوسکی تصریح بھی لکھدیتے ہین - وہ غزل یہہ ہے -

صرصرِ حادثہ برخاست پی خوارئ ما	دادہ برباد سر و برگ جہانداری ما
آفتابِ فلکِ رفعتِ شاہی بودیم	برد در شامِ زوال آہ سیہ کاری ما

چشم ما کنده شد از دستِ فلک بهرِ شد — تا نه بینیم که کند غیر جهانداریِ ما
داد افغان[1] بچهٔ شوکتِ شاهی بر باد — کیست جز ذاتِ مبرا که کند یاریِ ما
بود جانگاه زر و مال جهان همچو مرض — دفع از فضلِ الٰهی شده بیماریِ ما
کرده بودیم گناهی که سزایش دیدیم — هست امید که بخشند گنهگاریِ ما
کرده سی سال نظارت[2] که مراد دبا د — زود تریافته یاداشِ ستمگاریِ ما
عهد و پیمان بمیان داده نمودند دغا — مخلصان خوب نمودند وفاداریِ ما
شیر دادم افعی بچه را پروردم — عاقبت گشت مجوز بگرفتاریِ ما
حق طفلان که بسی سال فراهم کردیم — کرده تاراج و نمودند سبکباریِ ما
قوم مغلیه و افغان همه بازی دادند — بسکه گشتند مجوز بگرفتاریِ ما
این گدازاده همدان که بدوزخ برود — بانیِ جور و ستم شد بدل افگاریِ ما
گل محمد که ز مروان نشترت کم نیست — چه قدر کرد وکالت پیِ آزاریِ ما
آن نیاز و سلیمان و بدل بیگِ لعین — هر سه بستند کمر بهر گرفتاریِ ما
شاه تیمور که دارد سر نسبت با من — زود باشد که بیاید بمددگاریِ ما
مادهوجی سیندهیه فرزند جگر بند منست — هست مصروف تلافیِ ستمگاریِ ما
آصف الدوله و انگریز که دستور من اند — چه عجب گر بنمایند مددگاریِ ما
راجه و راو و زمیندار امیر و چه فقیر — حیف باشد که نسازند بغمخواریِ ما
نازنینانِ پریچهره که همدم بودند — نیست جز محلِ مبارک به پرستاریِ ما

[1] مراد از ان غلام قادر خان است ۱۲

[2] مراد از ان منظور علیخان ناظر است ۱۲

بازفردا دھد ایزد سرداری ما	گرچہ ما از فلک امروز حوادث دیدیم

اس عرصہ مین ۱۵ ستمبر ۱۸۰۳ء مطابق ۱۲۱۹ ہجری کے لارڈ لیک نے دلی کو فتح کرلیا اور انگریزی عملداری دلی مین ہوگئی اور ۱۴ ستمبر ۱۸۰۳ء کو دلی کا انتظام جنرل اختر لونی کے سپرد کیا گیا۔ جنرل اختر لونی بطور رزیدنٹ کے وہان تھے اور کرنل برن بطور اعلیٰ افسر فوج کے۔ لارڈ لیک مرہٹون کے مقابلہ مین مصروف تھے۔ ہولکر نے ۷ اکتوبر ۱۸۰۳ء کو نواح متھرا مین لارڈ لیک سے شکست پائی اور دہلی کی طرف چلا۔ اور ۸ اکتوبر ۱۸۰۴ء کو دہلی کی فصیل کے تلے پیادون اور سوارون کی فوج اور سو توپین لیکر آپونہچا۔ اور دہلی کا محاصرہ کرلیا۔ ایک میرے معزز بزرگ جو اوسوقت مین جوان تھے مجھسے کہتے تھے کہ انہون نے دہلی کی فصیل پر چڑہکر ہولکر کی فوج کو دیکھا۔ ایک لہراتا ہوا دریا سوارون کی فوج کا معلوم ہوتا تھا۔ اور یقین نہین ہوتا تھا کہ دلی کے اندر جو قلیل فوج ہے وہ دلی کو بچا سکے گی اور اس فوج کو شکست دیگی جنرل اختر لونی کو اس بات کی خبر پہونچ گئی تھی کہ ہولکر کا ارادہ دلی پر آنیکا ہے او نہون نے نہایت دانشمندی سے اوسکا کافی بندوبست کیا تھا۔ کرنل برن کو معہ فوج کے سہارنپور سے بلایا تھا۔ اور دولت راو والی پلٹن جو بزیر کمان کپتان بیرٹ کے رہتک مین تھی اور نجیبون کی پلٹن کو جو زیر حکم لفٹنٹ برج کے پانی پت مین تھی دلی مین جمع کرلیا تھا۔ ہولکر نے ۸ اکتوبر ۱۸۰۴ء مطابق ۱۲۱۹ ہجری کے دلی پر حملہ کیا۔ دہلی کی فوج نے گولہ باری شروع کی۔ کئی دن لڑائی رہی اور ہولکر کو شکست ہوی اور بھاگ گیا

وہی میرے دوست کہتے تہے کہ ہولکر کے بہاگ جانے کے بعد میدان صاف دیکہکر تعجب آتا تہا کہ ہولکر کی اسقدر کثیر فوج کہان غائب ہوگئی - اور کون اوسکو کہا گیا - پادشاہ نے جنرل اختر لونی کو نصیر الدولہ معز الملک وفادار خان بہادر ظفر جنگ کا خطاب عنایت فرمایا

اوسکے بعد شاہ عالم ۷ رمضان ۱۲۲۱ ہجری مطابق ۱۸ دسمبر ۱۸۰۶ء کے مر گییے اور اکبر شاہ ثانی تخت نشین ہوے -

اکبر شاہ ثانی کے عہد مین ایک سخت واقعہ پیش آیا - نواب ممتاز محل زوجہ اکبر شاہ کی نہایت چاہیتی بیوی اور مرزا جہانگیر اور مرزا بابر کی مان تہین یہ بات چاہی کہ مرزا ابو ظفر عرف مرزا ابن جو سب سے بڑے بیٹے پادشاہ کے تہے اور جو اخیر کو بہادر شاہ ہوے ولی عہد نہ بنایے جاوین - بلکہ مرزا جہانگیر ولیعہد ہون پادشاہ بہی اپنی چاہیتی بیوی کی مرضی کے تابع تہے مگر حکام انگریزی اسکو جائز نہین رکہتے تہے - مرزا جہانگیر نے فساد کرنا چاہا اور قلعہ مین کچہہ مسلح آدمی جمع کیے - اوس زمانہ مین مسٹر سیٹن رزیڈنٹ تہے وہ مرزا جہانگیر کے سمجہانے کو قلعے مین گیے - مرزا جہانگیر نے اون پر تپنچہ کی گولی چلائی - وہ بچ گیے اور اونکی ٹوپی مین گولی لگی - وہ واپس آیے اور مرزا جہانگیر نے قلعہ کے دروازے بند کر لیے - مسٹر سیٹن رزیڈنٹ تہوڑی سی فوج لیکر گیے - قلعہ کا دروازہ اوکہاڑ کر اندر گہس گیے اور مرزا جہانگیر کو گرفتار کر کے قلعہ الہ آباد مین رہنے کے لیے روانہ کر دیا - یہہ واقعہ ۱۸۰۹ء مطابق ۱۲۲۴ ہجری کے وقوع مین آیا - اوسوقت مرزا جہانگیر کی عمر انیس ۱۹ یا بیس ۲۰ برس کی تہی اور اوسی زمانہ سے قلعہ کے دروازون پر ایک کمپنی انگریزی

فوج کی تعین ہوگئی اور ایک کپتان قلعہ کے لاہوری دروازہ پر رہنے لگا۔ مرزا جہانگیر کا
انتقال ۱۸۲۱ء مطابق ۱۲۳۶ ہجری کے الہ آباد مین ہوا۔ اونکی لاش خسرو باغ
مین دفن ہوئی۔ پھر دلی مین لائی گئی۔ جسکا ذکر ہم آیندہ لکھین گے۔

جب یہ واقعہ ہوا لارڈ منٹو گورنر جنرل تھے اور اکبر شاہ کی متعدد درخواستین نسبت اپنی استحقاق
اور اختیارات کے لارڈ منٹو کے سامنے پیش تھین۔ مگر اس واقعہ کے بعد لارڈ منٹو نے
سب کو نامنظور کیا اور صرف چہتر ہزار پانسو روپیہ ماہواری جسکا اقرار لارڈ ولزلی نے
کیا تھا بطور پنشن کے مقرر کردیا۔ جسکا اضافہ ایک لاکھہ روپیہ ماہواری تک ہوگیا۔
بہادر شاہ کے وقت مین سوا لاکھہ تک اضافہ کی تجویز ہوی تھی مگر وہ جاری نہین ہوی
ایک دفعہ اضافہ کا روپیہ بھی بادشاہی خزانہ مین آگیا تھا۔ پھر واپس کرلیا گیا۔

خواجہ فریدالدین احمد بوندیل کھنڈ سے واپس آنے کے بعد پھر کلکتہ کو چلے گیے۔
اونکے ہاتھہ کا لکھا ہوا ایک رسالہ مسمی "تحفہ نعمانیہ" صنعت اصطرلاب مین ہمارے
پاس موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۲۳۱ ہجری مطابق ۱۸۱۵ء کے کلکتہ
مین تھے۔ چنانچہ عبارت خاتمہ تحریر رسالہ مذکور یہہ ہے۔ "تمت الرسالہ جمادی الثانی
۱۲۳۱ ہجری در کلکتہ فرید"، مگر یہہ معلوم نہین ہوا کہ کس سنہ مین دلی سے کلکتہ مین گئے تھے

اکبر شاہ اگرچہ تخت نشین ہوے مگر اخراجات کی تنگی کا وہی حال تھا جو شاہ عالم کے وقت
مین تھا۔ شاہ عالم ہی کے وقت مین اخراجات کی نہایت تنگی تھی۔ تمام کارخانے ابتر
ہوگئے تھے۔ شاہزادون کو جو قلعہ کے نو محلے مین رہتے تھے ماہواری روپیہ نہین ملتا تھا

اور وہ چہتون پر چڑہ کر چلاتے تہے کہ بہوکے مرتے ہین بہوکے مرتے ہین۔

اکبر شاہ کے عہد مین بہی یہی ابتری تہی۔خرچ آمدنی سے بہت زیادہ تہا۔قرضہ ہو گیا تہا اور تنخواہین ملازمین اور شاہزادونکی دو دو مہینے تین تین مہینے تک نہین تقسیم ہوتی تہین اکبر شاہ کو ان خرابیون کے رفع ہونے کی نہایت فکر تہی اور اس بات کا بہی خیال تہا کہ دلی اور اوسکے مفصلات مین خالص بادشاہ کی حکمرانی رہنی چاہیے اور انگریزون کو محاصل ملک سے تین لاکہہ روپیہ ماہواری دینا لازم ہے۔

سید محمد متقی خان ابن جواد الدولہ جواد علیخان مؤلف اس رسالہ کے والد اور خواجہ فریدالدین احمد کے داماد کو دربار شاہی مین نشستی پر سوخ تہا اور اکبر شاہ سے اونکے زمانہ شاہزادگی سے بہت زیادہ راہ و رسم تہی۔اور بادشاہ کبہی کبہی اونکو بہائی متقی کہکر مخاطب کیا کرتے تہے۔ اکبر شاہ نے سید محمد متقی سے چاہا کہ وہ انتظام امور بادشاہت اپنے ہاتہہ مین لین اور ان خرابیون کا انتظام کرین۔سید محمد متقی نے تو اس سے عذر کیا۔مگر اپنے خسر خواجہ فریدالدین احمد کا اور اونکی سفارت ایران اور اوسکی کامیابی کا ذکر کیا اور یہہ صلاح دی کہ اونکو بلاکر وزیر کیا جاوے تو غالباً سب امور کا انتظام ہو جاوے۔اکبر شاہ نے اس صلاح کو پسند کیا اور خواجہ فریدالدین احمد کو کلکتہ سے بلانیکا حکم دیا اور وہ کلکتہ سے اوسی سال یعنی ۱۲۳۱ہجری مطابق ۱۸۱۵ء کے دلی مین آیے۔بادشاہ کی ملازمت کی۔ اکبر شاہ نے اون کو وزیر مقرر کیا۔خلعت وزارت اور خطاب دبیر الدولہ امین الملک مصلح جنگ کا عطا کیا۔

خواجہ فریدالدین احمد نے اپنے ایام وزارت مین اس وجہ سے کہ بادشاہ قرضدار ہو گیے تھے قرضہ ادا کرنے اور اخراجات برابر کرنے کی تین تدبیرین کین۔ تمام شاہزادگان وبیگمات وملازمان وعملہ شاہی کی تنخواہون سے دس روپیہ فیصدی تنخواہ کم کردی اور دو مطبخ یعنی شاہی باورچیخانے جو بڑے خاصہ[۵۱] اور چھوٹے خاصہ[۵۲] کے نام سے موسوم تھے اور جنکا روزانہ صرف کثیر تھا اور اسی کے ساتھہ بعض دیگر غیر ضروری کارخانجات کو موقوف کردیا اور تیسرا کام یہہ کیا کہ دیوانِ عام کی چھت جسمین تانبے کی موٹی چادرین بطور چھت گیری کے لگاکر اوسپر پیتل کی ڈنڈیون وپہولون سے جن پر سُنہری ملمع تھا بطور خاتم بندی کے بنائی گئی تھی اور جسکو بعہد شاہ عالم ۱۱۷۳ھ ہجری مطابق ۱۷۵۹ء کے بہاؤ مرہٹہ نے اوکھاڑ ڈالا تھا اور لے نہ جاسکا تھا اور وہ سب اوکھڑی ہوئی پڑی تھی اور پہر اوسکا بنانا بنظر حالاتِ شاہی غیر ممکن تھا اوسکا سونا الگ اوتروالیا اور جسقدر تانبا تھا شاہی ٹکسال مین اوسکے پیسے بنواڈالے (غدر سے پہلے تک یہہ پیسے دلی مین مروج تھے) اور پیتل فروخت کردیا اور اس تدبیر سے

---

[۵۱] بڑا خاصہ وہ کہانا کہلاتا تھا جو تمام ملازمون اور عہدہ دارون در خواصون اور باری دارون کو جو چوکی پہرہ کو دن رات اپنی اپنی باری سے دیوان خاص اور خاص ڈیوڑہی اور دیگر مقامات خاص مین حاضر رہتے تھے بادشاہ کی طرف سے تیار ہو کردیا جاتا تھا ۱۲

[۵۲] چھوٹا خاصہ وہ کہانا کہلاتا تھا جو تیار ہو کر محل مین بہیجا جاتا تھا اور بڑے بڑے امیر یا حکیم جو اپنی اپنی باری یا کسی ضرورت سے قلعہ مین رہ جاتے تھے اونکو بہیجا جاتا تھا۔ ۱۲

کیئی لاکہہ روپیہ قرض شاہی ادا کیا ان انتظامون سے آمدنی اور خرچ برابر ہو گیا اور تنخواہین ماہوار ملنے کا انتظام ہو گیا - مگر شاہزادے اور بیگمات اور درباری سب اس بات سے کہ اونکی تنخواہین کم ہو گئی تہین نہایت ناراض تہے اور خاصون اور کارخانجات کی موقوفی عام شکایت کا باعث تہی - ان اسباب سے ہر شخص نے بادشاہ کے پاس شکایتین شروع کین - دیوانِ عام کی چہت کی نسبت جو کچہہ کیا گیا تہا وہ بادشاہ کی اجازت اور مرضی سے کیا گیا تہا - مگر تمام لوگ چرچا کرتے تہے کہ دیوان خاص کی چاندی کی چہت نادرشاہ نے لوٹ لی اور دیوان عام کی تانبے کی چہت خواجہ فرید نے - رفتہ رفتہ ان شکایتون کا اثر بادشاہ کے دل پر بہی ہوا اور دبیرالدولہ نے عہدۂ وزارت کو اپنے ہاتہہ مین رکہنا مناسب نہ جانا - یا یہہ کہ وہ زیادہ اپنے ہاتہہ مین نہ رکہہ سکتے تہے - اونہون نے اوس عہدہ سے استعفا دیا اور چند روز بعد پہر کلکتہ کو چلے گیے -

اونکے بعد تمام اختیاراتِ وزارت نواب ممتاز محل کے جو بادشاہ بیگم تہین قبضۂ اقتدار مین چلے گیے اور اونہین کی طرف سے مختلف اشخاص وزارت کا کام انجام دیتے تہے

ان واقعات کے چند روز بعد بادشاہ نے پہر واسطے اضافہ پیشکش کے تحریک کرنی چاہی اور اس باب مین ایک مراسلہ بنام گورنر جنرل تیار کیا گیا جس مین زیادہ تر شکایت اسباب کی تہی کہ آمدنی واسطے اخراجات ضروری کے کافی نہین ہے - سید محمد تقی خان نے موقع پاکر بادشاہ سے عرض کیا کہ دبیرالدولہ کلکتہ مین موجود ہے اور آمدنی اور اخراجات

کا حال اونکو معلوم ہے اور کاغذات جمعخرج کی یادداشتین بہی اونکے پاس ہین اور در حقیقت آمدنی و خرچ برابر ہوگیا ہے اور قرضہ بہی ادا ہوگیا ہے - اگر گورنر جنرل اون سے دریافت کرے تو بجز اسکے اور کیا کہہ سکتے ہین کہ بالفعل آمدنی اور خرچ برابر ہے - قرضہ بہی نہین ہے اوس وقت جو مراسلہ کا بہیجنا تجویز کیا گیا ہے وہ کیونکر تسلیم ہوسکیگا بادشاہ کے دل مین اسبات نے جگہہ کی اور کہا کہ تم ٹہیک کہتے ہو مگر اسکی تدبیر کیا ہے - سید محمد متقی خان نے عرض کیا کہ خواجہ فرید کا علحدہ کردینا مصلحت نہین تہا - اگر اسمین کچہہ سعی و کوشش ہوسکے گی تو دبیرالدولہ ہی کی تدبیر و کوشش سے ہوسکیگی - بادشاہ نے تہوڑی دیر غور کرنیکے بعد اسبات کو پسند کیا اور دبیرالدولہ کے کلکتہ سے بلانے کو حکم دیا - چنانچہ وہ کلکتہ سے آئے اور دوبارہ ۱۲۳۵ سنہ ہجری مطابق ۱۸۱۹ سنہ ع کے بدستور اپنے عہدہ سابق پر مامور ہوے -

اس دفعہ کے تقرر مین بہی نواب دبیرالدولہ نے درحقیقت ماہواری پنشن کے اضافہ کی جو بنام پیشکش، بادشاہ کے لیے مقرر تہی کوی کوشش نہین کی اور ہمیشہ لیت و لعل کرتے رہے جسکے سبب سے بادشاہ کی کبیدگی خاطر بڑہتی جاتی تہی - جو لوگ اونکے مخالف تہے انہون نے بادشاہ کے دل مین یہ بات جمائی کہ دبیرالدولہ انگریزون سے سازش رکہتے ہین اور اسلیے اوسمین کوشش نہین کرتے اور لوگون کو بہی تعجب تہا کہ وہ کیون اس مین تساہل کرتے جاتے ہین آخرکار بادشاہ نے یہ بات چاہی کہ وزارت کے کام مین اور شخصون کو بہی دبیرالدولہ کے شریک کیا جاوے - اس شرکت کے تین

شخص خواہان ہوے - ایک نواب محمد میر خان جنکے باپ شاہجی اوس زمانہ مین دہلی کے صوبہ تہے جب کمپنی انگریز نے دہلی پر قبضہ کیا تہا - دوسرے راجہ کیدارناتہہ اور تیسرے راجہ جی سکہہ رائے یہہ واقعہ جولائی سنہ ۱۸۲۰ع کا ہی جو مطابق ہے سنہ ۱۲۳۶ھ کے (واضح ہو کہ اس واقعہ کا سال ہمکو جنرل گارڈنر کے روزنامچہ سے جو اونکی خاندان مین محفوظ ہے اور جو کاسگنج ضلع ایٹہ مین ہے دستیاب ہوا ہے) مگر نواب ممتاز محل راجہ جی سکہہ رای کی طرفدار تہین اور وہ چاہتی تہین کہ سب کو نکالکر راجہ جی سکہہ رای کو مقرر کیا جاوے - دبیر الدولہ اونکی شرکت مین کام کرنا منظور نہین کرتے تہے چندروز اسیطرح فقرہ بازیان اور تدبیرین ہین آخرکار بصلاح جنرل اکٹرلونی کی جو رزیڈنٹ تہے اور دبیر الدولہ سے نہایت دوستی رکہتے تہے سنہ ۱۸۲۲ع مطابق سنہ ۱۲۳۸ ہجری کے دبیر الدولہ نے استعفا دیدیا اس دفعہ غالباً تین برس یا ساڑہے تین برس تک انہون نے وزارت کا کام انجام دیا -

اوس زمانہ کی ایک عمدہ یادگار ایک تصویر کا فوٹوگراف ہمارے پاس موجود ہی جو زمانہ وزارت دبیر الدولہ مین بادشاہی مصورون نے اکبر شاہ کے دربار کی بنائی تہی - اور یہہ تصویر اوس کتاب مین بہی چہاپی گئی ہی جسکو مولوی سید احمد ارمغان دہلی کی مصنف نے تصنیف کیا ہی اور بزم آخر جسکا نام ہے -

اسمین شاہزادون اور امرا کی دو گروہون مین جو بادشاہ کے روبرو کہڑی ہین وہ شکلین جنرل اکٹرلونی اور وزیر اعظم خواجہ فریدالدین احمد کی ہین جو برابر کہڑے ہین جنرل پوری پوشاک پہنے اونچی ٹوپی رکہے جریب[1] یا عصای عزت پر جہکے ہوے ہین - وزیر اعظم کے پاس بہی جریب ہی - یہ تصویر جشن کے دربار کی ہے

[1] جریب کا ملنا بادشاہی دربار مین تعزز اور تقرب کی علامت تہی - دربار مین کہڑے رہنے کے لیے سہارے کے واسطے عصا ملتا تہا کیونکہ دربار شاہی مین جملہ حاضرین ہر قسم کو کہڑا رہنا پڑتا تہا - ۱۲

جو دیوان خاص مین ہوتا تہا دیوان عام کا دربار بہت دنون سے موقوف ہوچکا تہا بادشاہ تخت طاؤس پر بیٹہے ہوے ہین جو اصلی تخت طاؤس[1] شاہجہانی کی نقل بنا یا گیا تہا۔

جنرل اکٹرلونی اور وزیر اعظم دبیر الدولہ خواجہ فرید الدین احمد مین بڑی دوستی تہی جنرل اکٹرلونی اکثر دبیر الدولہ پاس جب چاہتے آیا کرتے تہے۔ اور اس لیے دبیر الدولہ کی مسند کے پاس ہمیشہ ایک نہایت عمدہ لال مخمل کی آرام کرسی رکہی رہتی تہی کہ جب وقت بیوقت جنرل صاحب آوین تو اوسپر بیٹہین۔ دبیر الدولہ اپنی مسند پر اور جنرل اکٹرلونی اوس کرسی پر بیٹہتے تہے۔

ایک دن جنرل اکٹرلونی آیے ہوے تہے۔ اتفاقاً راقم کسی سبب سے وہان گیا اور جنرل صاحب کو دیکہکر واپس آنے لگا مگر انہون نے بلالیا اور کچہہ بات کی راقم نے جنرل سے جو فل ڈریس پوری پوشاک یا وردی) پہنے ہوے تہے پوچہا کہ "آپ نے ٹوپی مین پر کیون لگا رکہے ہین اور کوٹ مین دوہرے بٹن کیون لگائے ہین"۔ جنرل اس سوال سے بہت خوش ہوے اور مسکراکر خاموش ہو رہے۔ اوسوقت راقم کی عمر پانچ یا چہہ برس کی ہوگی۔

دبیر الدولہ کے استعفے کے بعد راجہ جی سکہہ رائے زیادہ محیط ہوگیے اور کارکنان سلطنت نے بادشاہ کے مقاصد پورا ہونے کو زیادہ تدبیر کرنی چاہی جو محض

---

[1] یہہ تخت طاؤس وہ تہا جو اصلی تخت طاؤس کے نادر شاہ کے زمانہ مین لٹ جانے کے بعد محمد شاہ کے وقت مین بنایا گیا تہا۔ نہایت خوبصورت تخت تہا اور بالکل شاہجہان کے تخت کی نقل تہا مگر لکڑی کا تہا اور نگینہ جو بجاے جواہرات جڑے گیے تہے وہ بہی اصلی نہ تہے۔ بہادر شاہ نے اپنے زمانۂ سلطنت مین ایک دوسرا تخت چاندی کا بنوایا تہا۔ ۱۲

نادانی کا کام تہا۔ یعنی انہون نے رام موہن راے کو جو کلکتہ کے ایک بابو اور نہایت لائق اور ذی علم اور متین۔ مہذب و با اخلاق تہے اور وہی برہما سماج مذہب کے جو اب بنگالیون مین نہایت کثرت سے رائج ہے بانی ہین بلایا۔ اس ارادہ سے کہ بادشاہ کی طرف سے وکیل کر کے لندن بہیجا جاوے۔ چنانچہ وہ دلی مین آیے اور بادشاہ کی ملازمت کی اور اونکو راجہ کا خطاب بادشاہ کیطرف سے دیا گیا اور آخر کار وہ بادشاہ کے وکیل ہو کر لندن مین بہیجے گیے اور ۱۸۳۱ء مطابق ۱۲۴۷ھ کے لندن پہونچے اور ۱۸۳۳ء مطابق ۱۲۴۹ ہجری کے وہین مر گیے (راقم نے اونکو متعدد دفعہ دربار شاہی مین دیکہا ہے اور دلی کے لوگ یقین کرتے تہے کہ اونکو مذہب اسلام کی نسبت زیادہ رجحان خاطر ہی) مگر اس کارروائی سے بہی مقصد حاصل نہوا۔

بہادر شاہ کے عہد مین بہی اس باب مین کوشش کی گئی اور حکیم احسن اللہ خان صاحب جو بادشاہی امور کے کارکن تہے خود کلکتہ گیے اور وہان سے ایک انگریز کو اپنے ساتہہ لایے اور بادشاہ کی طرف سے اوسکو وکیل کر کے لندن کو روانہ کیا۔ مگر کچہہ فائدہ نہوا۔

اس ناکامی کا اصلی سبب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عالم اور لارڈ لیک سے جو اقرار اور معاہدے ہوے تہے اوسکے برخلاف شاہ عالم نے کوئی شقہ مرہٹون کے نام لکہا تہا جبکہ مرہٹون اور لارڈ لیک مین لڑائی ہو رہی تہی۔ وہ شقہ لارڈ لیک کے ہاتہہ آگیا تہا اور اس سبب سے جو معاہدے کہ لارڈ لیک نے اوسکے قبل شاہ عالم سے

گیے تھے وہ سب زائل اور ساقط ہو گیے تھے اور اس لیے درحقیقت شاہ عالم
اور کمپنی انگریز مین کوئی معاہدہ باقی نہین رہا تھا اور کمپنی انگریز کو اختیار کلی حاصل تھا
کہ بادشاہ اور خاندانِ شاہی کے ساتھہ بلحاظ مصلحتِ ملکی جس طرح پر چاہے کارروائی
کرے - اگرچہ انگریزون نے اسکو علانیہ ظاہر نہین کیا - مگر یہی وجہ تھی کہ تمام درخواستین
اور خواہشین بادشاہ کی جو بربناے عہد اور میثاق لارڈ لیک کے تھین اونپر کچھہ التفات
نہین ہوتا تھا -

وزارت سے استعفا دینے کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھہ نے اپنے معتمد اور
تیس ہزار روپیہ بطور سفر خرچ دبیر الدولہ کے پاس بھیجا اور لاہور بلایا - سب لوگون کی
کمال خواہش تھی کہ وہ منظور کرلین - مگر اونکی بڑی بیٹی یعنی والدہ راقم نے کہا کہ خدا نے
آپ کو اسقدر دیا ہی کہ جس طرح پر چاہین آپ آرام کر سکتے ہین اور اگر اس سے کچھہ اور زیادہ
ہو جاوے تو بھی جو آرام و آسایش آپ کو اب ہے اوس مین کچھہ زیادتی نہین ہو سکتی -
خود لاہور مین جانا اور مہاراجہ رنجیت سنگھہ کی سلطنت کے اختیارات لینا اور ہم سب کا انگریزونکی
عملداری مین رہنا اچھا نہین ہے معلوم نہین کیا اتفاقات پیش آوین اور کیا انقلابات
ہون - اور کس قسم کی مشکلات پیش آجاوین - پس اس زمانہ ضعیفی مین کہ آپکی طبیعت
بھی علیل رہتی ہے وہان جانا مین پسند نہین کرتی دبیر الدولہ کے دل پر اس بات نے
ایسا اثر کیا کہ جانے سے انکار کردیا اور سفر خرچ واپس کیا اور پھر خیر عمر تک باوجودیکہ
پھر بادشاہ کی طرف سے ایک دفعہ تحریک ہوی مگر کوئی تعلق اختیار نہین کیا -

غرضنکہ خواجہ فریدالدین احمد نے ایسی خوش زندگی بسر کرکے ۱۴ محرم ۱۲۴۴ ہجری مطابق ۱۸۲۸ء کے انتقال کیا۔ بیرون ترکمان دروازہ چونسٹھہ کھنبہ مین جو ایک مشہور تکیہ شاہ فدا حسین کا تہا دفن کیے گیے۔ اونکی قبر پر نہایت عمدہ و نفیس عمارت بنائی گئی۔ اونکے بیٹون نے اونکی رسم سوم و چہلم مین ہزار ہا روپیہ خرچ کیا۔ اونکے مزار پر برسہا سال تک بسنت چڑہتی تہی اور ایسا عمدہ و نفیس میلہ بسبب قرب شہر کے ہوتا تہا کہ تمام درگاہون مین جو بسنتین ہوتی تہین سب مات ہوگئی تہین۔

اونکے چہوٹے بیٹے نواب زین العابدین خان نے مادۂ تاریخ وفات "جا بہشت یافتم" نکالا اور اوسکو بطور قطعہ کے موزون بہی کیا تہا جو راقم کو یاد نہین رہا۔ زمانۂ تحریر اس سالہ مین یعنی ۲۵ اگست ۱۸۹۳ء کو مین نے اوسکا ذکر مولانا خواجہ الطاف حسین حالی سے کیا انہون نے اوس مادہ تاریخ کو اس طرح پر موزون کردیا۔

رخت سفر چو از جہان خواجہ فریددین بہ بست	از پی سال رحلتش سوی بسوی بہشت تافتم
روی نمود ناگہان خواجہ شبی بخواب در	دید و بخندہ باز گفت "جا بہشت یافتم" ۱۲۴۴ھ

اونکے انتقال کی کئی دن بعد مسٹر کول بروک جو اوس زمانہ مین دہلی مین رزیڈنٹ تہے اور مسٹر ٹرولین جو اسسٹنٹ رزیڈنٹ تہے بطور ماتم پرسی کے آئے۔ اوسوقت دبیرالدولہ کے بیٹے اور داماد اور پوتے اور نواسے سب موجود تہے۔ اون سبکو مخاطب کرکے کلمات تعزیت کہے اور بذریعہ پیغام کے کلمات مخلصانہ اونکی ... کو کہلا بہیجے۔ چہوٹے بچون کے ساتہہ جو اوسوقت موجود تہے نہایت ...

پیش آئے اور دبیر الدولہ کی وفات پر نہایت تاسف ظاہر کیا۔

نواب دبیر الدولہ نے نہایت عمدگی وخوبی وشان وشوکت امیری ونام آوری مین آخر عمر تک اپنی زندگی بسر کی۔ تمام وسا اور امرا اور شرفاے شہر اونکا نہایت ادب واعزاز کرتے تھے۔ اونکے مزاج مین بہت زیادہ نفاست تھی۔ جسقدر اونکا لباس فرش اور تمام چیزین اوجلی رہتی تہین اونکا بیان مشکل ہے۔ علم سے اور بالتخصیص ریاضیات سے نہایت شوق تہا۔ اونکا معمول تہا کہ دو تین طالبعلمون کو سبق پڑہایا کرتے تھے۔ متعدد طالبعلمون مین سے ذہین اور سمجہدار منتخب کر لیتے تہے اور اگر کوئی امداد کا مستحق ہوتا تہا اوسکا وظیفہ مقرر کر دیتے تھے۔ مولوی کرامت علی صاحب ابن مولوی حیات علی صاحب جو دلی کے مشہور عالم تہے اور اخیر کو حیدرآباد چلے گیے اور مولوی حبیب علی صاحب شیعہ مذہب جنہون نے آخر کو پنجاب مین نہایت عروج پایا اور خواجہ محمد ناصر جان جو بعد خواجہ محمد نصیر کے سجادہ نشین حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ ہوے اور حکیم رستم علیخان اونکے مشہور شاگردون مین سے تہے۔ اونکے چہوٹے بیٹے نواب زین العابدین خان نے جو اپنے وقت مین علم ہیئت اور زیچ دانی اور علم اور صنعت آلات رصد مین بیمثل تہے اونہین سے وہ سب علوم سیکہے تہے۔ علم ریاضی گویا ہمارا خاندانی علم ہو گیا تہا۔

کتاب بینی کا اسقدر شوق تہا کہ اونکے بہت بڑے کتبخانہ کی کوئی کتاب کسی قسم کی اور کسی فن کی ایسی نہ تہی جو انکی نظر سے نہ گذری ہو۔ اونکا دستور تہا کہ جو نئی کتاب آتی تہی نہ ڈالی جاتی تہی جبتک کہ وہ نہ پڑھ لین کتب خانہ مین داخل نہوتی تہی۔ اونکے کتبخانہ کی

کتابونکی بڑی شناخت یہہ تہی کہ اونپر کسی نہ کسی جگہہ اونکے ہاتہہ کالکہا ہوا کچہہ نکچہہ ضرور ہوتا تہا حاشیہ ہو یا کسی لغت کے معنی ہون یا کسی مسئلہ کی تحقیق ہو۔

کوئی نہین جانتا تہا کہ وہ انگریزی بہی جانتے تہے مگر اونکے کتبخانہ کی انگریزی کتابون پر بہی کسی لفظ کے معنی لکہے ہوے اونکے ہاتہہ کے پایے جاتے تہے اور نیز بعض اور وجوہ سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ اونکو کسی نہ کسی قدر انگریزی آتی تہی کم سے کم یہہ کہ بول لیتے اور پڑہہ لیتے تہے۔

اونکے تصنیف کیے ہوے متعدد چہوٹے چہوٹے رسالے علم ہیئت اور آلات رصد مین تہے جو غدر مین ضائع ہو گئے۔ مگر اونکے تصنیف کیے ہوے اور اونکے ہاتہہ کے لکہے ہوے تین رسالے ایک صنعت اصطرلاب کا دوسرا صنعت پرکار متناسبہ کا اور تیسرا اعمال پرکار متناسبہ کا بعنایت وزیر الدولہ مدبر الملک خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر سی آئی ای وزیر اعظم ریاست پٹیالہ ہمکو دستیاب ہوے ہین جنکو ہم نے کتبخانہ مدرسۃ العلوم مین داخل کر دیا ہے۔ خدا کرے صدہا سال تک اوس کتبخانہ مین محفوظ رہین۔

نواب نصیر الدولہ کی مجلس ایسی مؤدب اور شایستہ ہوتی تہی کہ جس مین جا کر ایک عظمت وشان معلوم ہوتی تہی۔ تمام لوگ نہایت ادب اور شایستگی سے خاموش بیٹہے ہوا کرتے تہے کوئی فضول بات بجز کام کی باتون کے یا کسی علمی مسئلہ کے اور بعض دفعہ تصوف کے مسائل کے اور کچہہ ذکر نہین ہوتا تہا۔ بخشی الممالک بخشی محمود خان بہی جو مثل ہزار داستان کے گویا اور نہایت خوش مزاج اور ظریف شخص تہے وہ بہی اونکی مجلس مین نہایت مؤدب رہتے تہے

اور کہتے تھے کہ مین ہندوستان مین نواب دبیرالدولہ کو نہایت ادب کے لائق سمجھتا ہون
مگر اونکے بیٹون کے ساتھہ دوستانہ ملاقات رکھتے تھے اور اکثر آیا کرتے تھے اور ہر وقت
ظرافت آمیز باتین کیا کرتے تھے۔

بخشی محمود خان ایرانی نژاد تھے۔ اونکی زبان سے ہندوستانی لفظون کا جس مین
ٹ اور ڈ ہوتی تلفظ نہین ہوسکتا تہا۔ جب بخشی محمود خان آتے تو اکثر ہم لڑکون کو
جو پوتے اور نواسے نواب دبیرالدولہ کے تھے اور مکتب مین پڑہتے تھے بلواتے اور ٹوپی ٹوپی
کی شرط بدکر کسی فارسی لفظ کے تلفظ کی فرمایش کرتے۔ جب وہ پوری طرح پر تلفظ نہوتا
تو اوس لڑکے کی ٹوپی لے لیتے لڑکے بہی اونسے ہندوستانی لفظونکی فرمایش کرتے
ٹٹو بہر دو تلے ثقیل کا تلفظ اون سے نہین ہوسکتا تہا ہمیشہ تتو یا لتا کہتے تھے۔ لڑکے
شرط جیت جاتے اور اونکی ٹوپی لے لیتے اور جبتک وہ لڑکونکی ٹوپیان ندیتے لڑکے
بہی اونکی ٹوپی ندیتے۔ غرضکہ بخشی محمود خان نہایت خوش مزاج اور ظریف آدمی تھے۔
بادشاہ کے دربار مین نہایت خوش بیانی سے جہوٹے سچے قصے بیان کرتے تھے۔
جب بادشاہ اونسے ہمکلام ہوتے تھے تو ایسے مصروف ہوجاتے تھے کہ کسی دوسرے
کو کلام کرنے کا موقع نہ ملتا تہا۔ با این ہمہ نواب دبیرالدولہ کی مجلس مین نہایت ہی ساکت
اور مودب رہتے تھے۔

نواب دبیرالدولہ کا معمول تہا کہ صبح کا کہانا محلسرا مین جاکر کہاتے تھے۔ ایک بہت بڑے
نعمت خانے مین بہت وسیع دسترخوان بچہا ہوا ہوتا تہا اور کل بیٹے اور بیٹیان اور پوتے

اور پوتیان - نواسے اور نواسیان اور بیٹون کی بیویان اور چہوٹے و بڑے سب اونکی ساتہہ کہاتے تہے - چہوٹے بچون کے آگے خالی کابیان ہوتی تہین اور وہ ہر ایک سے پوچہتے تہے کہ کونسی چیز کہاؤ گے - جب وہ بتاتا تو اوسکے آگے خالی کابی مین اپنے ہاتہہ سے وہی چیز چمچہ سے اوٹہاکر بقدر مناسب عنایت فرماتے تہے - تمام لڑکے نہایت ادب و صفائی سے اونکے ساتہہ کہانا کہاتے تہے - بڑی احتیاط رہتی تہی کہ کوئی چیز گرنے نپاوے اور زیادہ ہاتہہ کہانے مین بہرنے نپاوین - نوالہ چبانے کی آواز منہہ سے نکلنے نپاوے -

رات کا کہانا وہ باہر دیوانخانے مین کہاتے تہے - زنانہ ہوجاتا تہا - اونکی بڑی بیٹی یعنی راقم کی والدہ اور چہوٹی بیٹی فخر النسا بیگم کہانا کہلاتی جاتی تہین -

یہہ بہی دستور تہا کہ شام کو چراغ جلنے کے بعد اونکے پوتے اور نواسے جو مکتب مین پڑہتے تہے سبق سنانے جاتے تہے - اونکے مسند کے آگے دو سفید رنگ کے شیشے کی فانوسین جو مرد نگیں کہلاتی ہین موم بتی سے روشن ہوی رکہی رہتی تہین اور اونکے سامنے لڑکے بیٹہتے تہے - اول مشکل یہ تہی کہ نہایت سفید چاندنی کا فرش بچہا ہوا ہوتا تہا لڑکے اپنے پانون نہایت صاف رکہتے تہے اس خوف سے کہ کہین چاندنی پر دہبہ نہ لگ جاوے اگر اتفاق سے کسی لڑکے کے پانون کا دہبہ لگ گیا تو نہایت خفگی سے اوسکو بہگا دیتے تہے کہ کتے کیسے پانون کیون گہتا ہے - دوسری مشکل یہ تہی کہ کپڑے پر کسی قسم کا دہبہ یا روشنائی گری ہوئی نہو - اگر اوسی وقت دوسرے

سفید کپڑے پہنکر جاتے تو ناراض ہوتے اور کہتے کہ "کیا تو چماروں کیسے کپڑے
پہنے ہوئے تہا کہ بدلکر آیا ہے"۔

سب لڑکے باری باری سے سبق سُناتے اور جسکا سبق اچھا یاد ہوتا اوسکو کسی
قسم کی نفیس مٹھائی اکثر بادام کی خانہ ساز لوزاتین ملتی تہین اور جسکو یاد نہوتا تہا اوسکو نہین
دیجاتی تہین اور گہڑک دیتے تہے۔ نہایت سخت اور خفگی کا لفظ جو اونکی زبان سے
کسی کی نسبت نکلتا تہا وہ لفظ "بے پیر" تہا۔

راقم جس زمانہ مین بوستان پڑہتا تہا حسب دستور سبق سنانے گیا اوس سبق مین یہ
شعر بہی تہا۔

طمع را سہ حرف ست ہر سہ تہی	وزان نیست مرطمعان را بہی

پہلے مصرعہ کا مین نے ترجمہ کیا کہ "طمع کے تین حرف تینوں خالی"، انہون نے کہا
"دہونہ"، مین سمجہا کہ مین نے غلط پڑہا۔ پہر غور کیا۔ پہر وہی معنی کہے۔ انہون نے
پہر ٹوکا۔ تیسری دفعہ بہی وہی معنی کہے۔ وہ خفا ہوے اور کہا "بے پیر سبق یاد نہین
کرتا"، نہ کچہ بتایا اور نہ مجہکو کچہ دیا۔ جس قدر مجکو رنج ہوا اور برابر آنسو آنکھون سے جاری
ہوے وہ ابتک مجکو یاد ہے۔ بہت دیر کے بعد مین سمجہا کہ "راست" کے معنی مین نے
نہین کہے تہے۔ ہمارے بہائیون نے ہمکو اور چڑایا اور کہا کہ "مشتے کہ بعد از جنگ
یاد آید بر کلہ خود باید زد"۔

نواب دبیر الدولہ درحقیقت حکیم مشرب یا صوفی مذہب تہے۔ کسی زمانہ مین مرکا شاہ

کے جو نہایت معزز چیلے رسول شاہ جی کے تھے مرید ہوے تھے۔ رسول شاہیون
کے جو مرید تھے اونکو خواہ مخواہ یہ ضرور نہ تھا کہ تجرد اختیار کرین اور ڈاڑہی مونچھہ کا صفایا
کردین بلکہ وہ بہی اونکے مریدون مین داخل تھے جو تاہل کرتے تھے اور دنیاداروں کیسی
زندگی بسر کرتے تھے۔ یہی حال نواب دبیر الدولہ کا تہا۔ مگر دو برس قبل اپنی وفات کے
اونکو خیال ہوا کہ ایکدفعہ تو اپنے مرشد کے طریقہ مین پورے طور پر داخل ہونا چاہیے
حجام جو حاضر ہوا اوس سے کہا کہ ڈاڑہی مونچھہ کا صفایا کردے اوس نے اوس
نورانی اور نہایت خوبصورت ڈاڑہی اور مونچھون کو مونڈدیا شہر مین اسکا بڑا چرچا ہوا
اور لوگون نے نہایت تعجب کیا۔ مگر اونکو اسکی پروا نہ تہی۔ ایکدفعہ کے سوا پہر ڈاڑہی
مونچھہ کا صفایا نہین کیا۔ اور جب انتقال ہوا ہے تو ڈاڑہی کسی قدر بڑہی ہوگئی تہی
نواب دبیر الدولہ کے ذکر کے ساتھہ اونکے نہایت قدیم اور پرانے دیوان لالہ
ملوک چند کا ذکر نہ کرنا نہایت ناانصافی ہوگی۔ یہ اونکے بہت قدیم دیوان تھے اور
نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ تھے۔ نواب دبیر الدولہ کے مزاج مین بہی کسی قدر دخل تہا اور
وقت بیوقت ہر ایک بات عرض کرسکتے تھے۔ نواب ممدوح بہی اونکو بہت عزیز رکھتے
تھے۔ قبل انتقال جب نواب صاحب نے اپنی جایداد تقسیم کی تو جسقدر روپیہ اپنے
بہائیون کو دیا اوسی قدر اس قدیم ملازم کو بہی دیا۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد
لالہ ملوک چند تا روز مرگ نواب زین العابدین خان کے ملازم رہے۔ باوجودیکہ اونکے
بیٹون کو بہت عروج ہوگیا تہا مگر انہون نے اپنی قدیم ملازمت کو نہین چہوڑا تہا۔

دبیرالدولہ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام خواجہ وحیدالدین احمد اور چھوٹے کا نام خواجہ زین العابدین خان تھا۔ جب مرزا جہانگیر کا الہ آباد میں انتقال ہوا اور وہ زمانہ نواب دبیرالدولہ کی وزارت کا تھا تو مرزا جہانگیر کی لاش الہ آباد سے دلی میں لانیکو خواجہ وحیدالدین احمد تجویز ہوے۔ وہ الہ آباد گیے اور مرزا جہانگیر کی لاش وہان سے لے آیے اور متصل مزار حضرت سلطان نظام الدین مدفون ہوے۔

اس وجہ سے نواب ممتاز محل کو وحیدالدین احمد خان پر حد سے زیادہ مہربانی ہوگئی۔ اور کہا کرتی تہین کہ وہ وحیدالدین خان کو مرزا جہانگیر کے برابر سمجھتی ہون، اور مرزا تیمور شاہ جو ایک صغیر سن بیٹے مرزا جہانگیر کے تھے اونکی گود مین دیا اور مرزا تیمور شاہ کی سرکار بجاے مرزا جہانگیر کی سرکار کے نہایت شان و شوکت سے قائم ہوی اور وحیدالدین خان اوسکے مختار کل مقرر ہوے اور مختارالدولہ کا اونکو خطاب ہوا۔ یہہ واقعہ ۱۲۳۸ ہجری مطابق ۱۸۲۲ء کا ہے۔ مگر اوس وقت نواب دبیرالدولہ بدستور وزیر تھے۔

اوسکے بعد نواب دبیرالدولہ نے استعفا دیا اور بہت سے انقلابات سرکار بادشاہی مین ہوے۔ مگر جو عروج اور رسوخ نواب مختارالدولہ کو سرکار تیمور شاہ اور نواب ممتاز محل مین تھا اوس مین کچھہ فرق نہین ہوا۔ نواب ممتاز محل کے انتقال کے برس ڈیرھہ برس پہلے کسی بات سے ناراض ہوکر لکھنو چلے گیے۔ جبکہ نواب علی نقی خان نایب تھے۔ چند سال وہان بہی نہایت عروج سے رہے۔ پھر وہان سے واپس آیے اور دلی مین رہنے لگے۔ جب غدر ۱۸۵۷ء کے بعد دلی فتح ہوی تو چیلون کے کوچہ مین بعض لوگون نے فوج انگریزی

سی کچھ فساد کیا - سپاہی مکان مین گھس پڑے اور نواب مختار الدولہ کے مکان مین بھی جس کا
ایک دروازہ چیلون کے کوچہ کیطرف تھا گھس آیے - اوسوقت نواب وحید الدین خان جو
ضعیف ہو گیے تھے نماز عصر پڑھ رہے تھے کسی سپاہی نے عین نماز کی حالت مین
اونکے گولی ماری اور اونکا انتقال ہو گیا -

خواجہ زین العابدین احمد اونکے چھوٹے بیٹے نے اپنی تمام زندگی نہایت خوبی اور امیری
سے بسر کی اپنے والد کے مرنے کے بعد انہون نے اپنے والد کا خطاب حاصل کرنیکی
کچھہ پروا نہ کی مگر سنہ ۱۲۶۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۶ء کے بہادر شاہ نے اونکو دبیر الدولہ خواجہ
زین العابدین احمد خان بہادر مصلح جنگ کا خطاب عطا کیا اور قبل غدر ۲۲ اکتوبر سنہ ۱۸۵۶ء
مطابق سنہ ۱۲۷۳ ہجری کے اونکا انتقال ہوا -

اونکی زندگی عجیب مختلف شوقون مین بسر ہوی ہے - زمانہ تعلیم کے گذرنے اور اپنے
باپ سے علم ہیئت اور ریاضیات کو پورے طور پر پڑھنے کے بعد اونکو گانے اور بین بجانیکا
شوق ہوا اور یہہ شوق کسی نہ کسی قدر اخیر عمر تک رہا -

بین جو ایک نہایت عجیب اور عمدہ باجا ہندوستان کا ہے اوسکو خود اپنے ہاتھہ سے
بناتے تھے اور اوسکے تونبون اور ٹھاٹھہ مین ایسی ایجادین کین تھین کہ لوگ متعجب ہو گیے
تھے - ٹھاٹ کے پردون کے مقامات کی جنسے سُر پیدا ہوتے ہین ہندسی قاعدہ سے
نسبتین نکالی تھین اور اونھین نسبتون سے ڈنڈی کو تقسیم کر کے پردے بٹھا دیتے تھے -
بین مین ٹھاٹ کے پردے موم سے جمایے جاتے تھے - جب انہون نے

اوسکی نسبتین نکالین تو بیتل کی کہانیون سے اونکو مقامات معین پر کس دیتے تہے۔
یہہ ایک ایسی ایجاد تہی کہ اگر یورپ کے کسی باجے مین اس قسم کی ایجاد ہوتی تو شاید ہمیشہ کو
اوسکا یہ کمال یاد رہتا۔ ایک زمانہ ایسا آتا تہا کہ اونکو بجز ان چیزون کے شغل کے اور طرف
توجہ نہین ہوتی تہی۔ بڑے بڑے نامی گویے دہرپت و خیال گانیوالے نوکر ہین بنین تیار
ہورہی ہین میر ناصر احمد جو مشہور بین بجانیوالے ہمت خان اور رس خان کے نواسون
مین سے تہے مگر اونکے باپ نہایت صحیح النسب سید تہے وہ آتے ہین اور بین بجتی ہی اور بین بجانے
کے فن کے کمال کو دکہایا جاتا ہے۔

اوس زمانے کی بعض مجلسین بہی قابل یادگار ہین خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے جانشین
ہر مہینے کی چوبیسوین کو رات کے وقت ایک جلسہ درویشانہ کیا کرتے تہے۔ اوسمین
بڑے بڑے گویے آتے تہے۔ دہرپت و خیال گاتے تہے اور میر ناصر احمد بین بجاتے
تہے۔ نواب زین العابدین خان ہمیشہ جاتے تہے۔ راقم بہی بہت دفعہ اونکے
ساتہہ اون جلسون مین گیا ہے۔ خواجہ محمد نصیر صاحب جو نہایت بزرگ و مقدس تہے
اوس زمانہ مین سجادہ نشین تہے۔

اور ایک جلسہ مگر اس جلسہ سے مختلف قسم کا ہر مہینے کی سترہوین کو ہوا کرتا تہا۔
راے پران کشن ایک معزز رئیس اور نہایت ہی وضعدار اور دولتمند تہے اور اوسی زمانہ مین
ایک طوائف جو نہایت خوش آواز اور دہرپت و خیال گانے اور بین بجانے مین بیمثل
تہی اوسکا نام رحیمن تہا۔ اوسنے اپنا تمام پیشہ چہوڑ دیا تہا اور راے پران کشن کے گہر

پڑگئی تھی۔ اوسکی خاطر سے وہ ہر مہینہ کی سترہوین کو ایک جلسہ کیا کرتے تھے۔
مکان نہایت عمدہ فرش و فروش سے آراستہ ہوتا تھا۔ شیشہ آلات سے جو اوس
زمانہ مین مروج تھے بہت ہی عمدگی اور خوبصورتی سے سجایا جاتا تھا۔ شہر کے رئیس خصوصًا
وہ جنسے راے پران کشن سے دوستی تھی بلائے جاتے تھے۔ بڑے بڑے گویے
اور بہادر خان ستارن جو ستار بجانے مین بیمثل تھا اور میر ناصر احمد جو بین بجانے مین اپنا مثل
نہین رکھتے تھے سب جمع ہوتے تھے۔
بی جنّا کے لیے صدر کے مقابل بائین سمت مین مسند تکیہ لگتا تھا اور لوگ اونکے
آنیکا انتظار کرتے تھے۔ جب وہ کوٹھے پر سے اوترتین اور اونکے پانون کے
زیور کی آواز آتی تو لوگ زیادہ مشتاق ہوتے تھے۔ وہ نہایت متانت اور غرور
سے آکر مسند پر بیٹھتی تھین۔ اول دھرپد خیال گاتی تھین اور پھر بین بجاتی تھین اور
پھر اوٹھکر کوٹھے پر چلی جاتی تھین۔ لوگ اونکے گانے بجانے کی نہایت تعریف
کرتے تھے۔ نواب زین العابدین خان ہمیشہ اس جلسہ مین جاتے تھے راقم بھی متعدد دفعہ
اونکے ساتھ ان جلسون مین گیا ہے۔
کبھی اون کو فن ریاضی سے شوق ہوتا تھا۔ دن رات بجز آلات رصد کے بنانے
اور کواکب کے رصد کرنے کے اور کوئی شغل نہ تھا۔ جو کہ خود بہت بڑے سدکار تھے
تمام آلات رصد اپنے ہاتھ سے بناتے تھے۔ نہایت بڑے قطر کا برنجی کرہ اور برنجی
اصطرلاب اپنے ہاتھ سے ایسا عمدہ بنایا تھا جو عجائب روزگار سے تھا۔

اسکے سوا بہت سے آلات مثل ذات الحلقتین اور ذات الحلق - ربع مجیب ربع مقنطر

ہلزون - جریب الساعۃ - مقیاس الساعۃ افقی و افاقی - پرکار تقسیم - پرکار متناسبہ

اور اسیطرح جر ثقیل کے آلات اور آلات رصد برجندی کے تمام نمونے خود اونکے ہاتھ کے

بنائے ہوے تھے - اور انکا وہ کمرہ جسمین یہہ آلات رکھے جاتے تھے ایک رصد خانہ

معلوم ہوتا تھا -

کسی زمانہ مین اونکو پتنگ بازی کا شوق ہوتا تھا - اوس زمانہ مین بجز اوسکے اور

کسی چیز کا چرچا نہ رہتا - اپنے ہاتھ سے پتنگ بناتے تھے اور خود لڑاتے تھے

پتنگ بنانے کو بھی انہون نے ایک علمی چیز کر دیا تھا - اور ایک رسالہ صنعت پتنگ

مین لکھا تھا اور اقلیدس کیطرح اوسکی شکلین اور اوسکی نسبتین قائم کی تھین اور اونکی ہر ایک

قسم کی خاصیتین لکھی تھین کہ فلان قسم کا پتنگ اتنی دور جا کر یہہ کام کریگا اور فلان قسم کا

وہ کام کریگا مگر افسوس ہے کہ وہ رسالہ غدر مین ضایع ہو گیا -

کسی زمانہ مین اونکو تیر اندازی کا شوق ہوتا تو بجز تیر اندازی اور کمانون اور تیرون کے

بننے اور سہ پہر کو تیر اندازی کے جلسون کے اور کچھہ نہوتا تھا - مگر وہ جلسے ایسے نہ تھے

جنکی خوبی اور عمدگی اور شان کو اور اون امرا اور سلاطین کے تزک کو جو تیر اندازی کے

جلسون مین آتے تھے بیان کیا جا سکے -

تیر اندازی کا فن انہون نے سید محمد متقی خان راقم کے والد سے جو اس فن مین بے نظیر

تھے سیکھا تھا اور اوسمین ایسا کمال پیدا کیا تھا کہ خود اپنے ہاتھ سے کمانین اور

ہرقسم کے تیر بنانے سے انگلی ہاتھ کی بنائی ہوئی کمانین کشمیر کی بنی ہوئی کمانون سے زیادہ عمدہ سمجھی جاتی تہین۔ بڑی خوبی اون کمانون مین یہ تہی کہ برسات مین رخ نکرتی تہین۔ تیراندازی کے لیے گہر مین تودہ تیار رہتا تہا اور تیسرے پہر کو شہر کے اکثر امراء رئیس اور بعض سلاطین جمع ہوتے تہے اور نہایت نفیس جلسہ ہر روز ہوا کرتا تہا اور جو صنعت اور خوبی تیراندازی کی ظاہر ہوتی تہی وہ دیکہنے سے تعلق رکہتی تہی۔ اوس زمانہ مین آیا سنگہہ ایک تیرانداز تہا جو نہایت کڑی کمان کہینچتا تہا۔ مگر جب اون لوگون کا جو اوس سے نرم کمان کہینچتے تہے تیر زیادہ تودہ مین کارگر ہوتا تہا تو بڑا لطف ہوتا تہا۔ اوس زمانہ مین ایک پیرمرد مسلمان تہے۔ اونکو تیراندازی کا بڑا شوق تہا۔ میر الا اللہ اونکا نام پڑگیا تہا کیونکہ وہ تیر لگاتے وقت الا اللہ کہا کرتے تہے۔ وہ غریب آدمی تہے۔ سامان تیراندازی کا اونکو نواب زین العابدین خان دیتے تہے۔ وہ تیر لگانا بہی اچہا نہین جانتے تہے مگر تیراندازی کی مجلس مین وہ سب لوگون کو ہنسانے اور خوش کرنیوالے تہے۔ ایک ذی عزت ہندو مرصع ساز کو بہی تیراندازی کا بہت شوق تہا اور تیر لگاتے وقت اللہ غنی کہتا تہا۔ اوسکا نام "اللہ غنی" ہی پڑگیا تہا۔ ان باتون کے لکہنے سے ہمارا مطلب یہہ ہے کہ پڑہنے والون کو معلوم ہو کہ اوس زمانہ مین کیسی عمدہ صحبتین تہین۔ اب وہ سب خواب وخیال ہین۔

آخر عمر مین ان سب چیزون کا شوق نہین رہا تہا کبہی کبہی کسی کو اور خصوصاً خواجہ ہاشم علیخان اپنے بیٹے کو جو بمثل ذہین اور لائق اور نیکی اور سعادتمندی مین فرشتہ خصلت تہے ریاضیات مین سے کسی کتاب کا سبق پڑہا دیتے تہے۔

خواجہ فرید الدین احمد کی تین بیٹیان تہین ایک عزیز النسا بیگم والدہ اقم کی دوسری فاطمہ بیگم اور تیسری فخر النسا بیگم۔

عزیز النسا بیگم نہایت لائق تہین۔ قدرتی نہایت عالی دماغ تہین۔ وہ صرف قران مجید پڑہی ہوی تہین اور کسی زمانہ مین فارسی کی بہی کچہ ابتدائی کتابین پڑہی تہین مین نے خود گلستان کے چند سبق اونسے پڑہے ہین اور اکثر ابتدائی فارسی کتابون کے سبق اونکو سنائے ہین۔ مجکو خوب یاد ہے کہ جب مین اونکو سبق سناتا یا نیے سبق کا مطالعہ اونکے پاس بیٹھکر دیکہتا تو وہ سوت کی گوندہی ہوی تین لڑین ایک لکڑی مین بندہی ہوی میری تنبیہ کو اپنے پاس رکہہ لیتی تہین۔ اگرچہ وہ خفا تو کئی دفعہ ہوی ہونگی مگر اون سوت کی لڑون سے مجہے کبہی مار نہین پڑی۔

اونکی تعلیم اور اونکی نصیحتین نہایت ہی حکیمانہ اور دل پر اثر کرنیوالی تہین۔ مجکو یاد ہے کہ ایک شخص نے جسکے ساتہہ مین نے نیکی کی تہی۔ میرے ساتہہ نہایت بدی کی اور تمام وجہ ثبوت جس سے اوسکو فوجداری عدالت سے کافی سزا مل سکتی تہی میرے ہاتہہ آگئی میرے نفس نے مجکو بہکایا اور انتقام لینے پر آمادہ کیا میری والدہ مرحومہ نے یہ خبر سنکر مجہہ سے کہا کہ اگر تم اوسکو معاف کرو تو اس سے عمدہ کوئی کام نہین ہے۔ اگر تمکو اوسکی بدی کی حاکم سے سزا دلوانی ہے تو نہایت نادانی ہے کہ اوس قوی اور زبردست احکم الحاکمین کے چنگل سے جو ہر ایک کے اعمال کی سزا دینے والا ہے اپنے دشمن کو چہوڑا کر ضعیف و ناتوان دنیا کے حاکمون کے ہاتہہ ڈالنا چاہو پس اگر دشمنی اور انتقام ہی منظور ہے تو قوی حاکم کے

ہاتھہ مین اوسکو رہنے دو۔ اس نصیحت کا میرے دل پر ایسا اثر ہے کہ کبھی دور نہین ہوا
اور نہوگا۔ اور جب سے میرے دل مین کسی شخص سے گو اوسنے میرے ساتھہ کیسی ہی
دشمنی کی ہو انتقام لینے کا خیال تک نہین آیا۔ بلکہ اونکی نصیحت پر غور کرنے سے میرے
دل مین یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ اب مین یہہ بھی نہین چاہتا کہ آخرت مین خدا بھی
اوس سے میرا بدلہ لے۔

جس زمانہ مین میری عمر گیارہ بارہ برس کی تھی مین نے ایک نوکر کو جو بہت پرانا
اور بڈہا تھا کسی بات پر تھپڑ مارا۔ جس وقت میری والدہ کو خبر ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد
مین گھر مین گیا تو میری والدہ نے ناراض ہوکر کہا کہ وہ اسکو گھر سے نکال وجہان اسکا
دل چاہے ہے چلا جاوے۔ یہہ گھر مین رہنے کے لائق نہین ہا چنانچہ ایک ماما میرا ہاتھہ پکڑکر
گھر سے باہر لے گئی اور باہر سڑک پر چھوڑ دیا۔ اوسی وقت ایک ماما دوسرے گھر سے یعنی میری
خالہ کے گھر سے جو قریب تھا نکلی اور مجکو میری خالہ کے گھر مین لیگئی۔ میری خالہ نے
کہا کہ دو دیکھو تمہاری والدہ تم سے کسقدر ناراض اور غصہ ہین اور اس سبب سے جو تمکو گھر
مین رکھیگا اوس سے بھی خفا ہونگی۔ مگر مین تمکو چھپا رکھتی ہون،، اور کوٹھے پر کے ایک
مکان مین مجھکو چھپا دیا۔ تین دن تک مین اوس کوٹھے پر چھپا رہا۔ میری خالہ میرے سامنے
نوکرون اور میری بہنون کو کہتی تہین کہ دیکھنا آپا جی یعنی میری والدہ کو خبر نہو کہ یہان چھپے
ہوے ہین،، تین دن بعد میری خالہ جنکو مین آپا جان کہا کرتا تھا میری والدہ کے پاس قصور
معاف کرانیکے واسطے لے گئین۔ انہون نے کہا کہ اگر اوس نوکر سے قصور معاف

کرا ہے تو مین معاف کرونگی - وہ نوکر ڈیوڑہی پر بُلایا گیا مین نے اوسکے آگے ہاتہہ
جوڑے جب تقصیر معاف ہوی - بلاشبہہ ایک اچھی ماں ہزار اوستادون سے بہتر ہے
اونکی چند خاص عادتون مین سے ایک یہہ امر تہا کہ لاوارث بڑہیا عورتونکی ہمیشہ خبرگیری
کرتی تہین - زنانہ مکان کے باہر بطور جلوخانہ کے ایک میدان تہا اور اوسکے ایکطرف
متعدد کوٹہریان اور یکدرے ملازمونکے رہنے کے لیے بنے ہوے تہے غریب اور لاوارث
بڑہیا عورتون کو اوس مین رکہتی تہین - منجملہ اونکے ایک لاوارث بڑہیا مسماۃ زیبا تہی
اتفاق سے ایک زمانہ مین میری والدہ بہی بیمار ہوئین اور زیبا بہی بیمار ہوی بیماری بہی
قریب قریب ایک ہی تہی - جو دوا اونکے لیے تیار ہوتی تہی اوسی مین سے زیبا کو پلاتی
تہین - دونون کو صحت ہوگئی - مگر حکیم معالج نے میری والدہ کے لیے ایک نسخہ
معجون کا جو قیمتی تہا تجویز کیا جسقدر تیار ہوا وہ مقدار مین ایک ہی شخص کے لیے چند روز
تک کہانے کے لائق تہا - مین اوس زمانہ مین دہلی مین منصف تہا - مین اوس معجون
کو تیار کرکے لیگیا اور کہا کہ یہہ اتنے دنونکی خوراک ہے اسکو استعمال فرمایئے - انہون
نے اوسکو لے لیا اور اس خیال سے کہ وہ معجون زیبا کے لیے بہی ایسی ہی مفید ہوگی
جیسی کہ مجکو اور اون کو یقین نہ تہا کہ زیبا کے لیے بہی ایسی معجون تیار کردی جاویگی - اسلیے
خود انہون نے اوس معجون کو نہین کہایا اور خفیہ خفیہ زیبا کو کہلایا اور اوس معجون سے
زیبا کی صحت مین بہت ترقی ہوئی اوسی کے ساتہہ اونکی صحت مین بہی زیادہ ترقی ہوگی - چند روز بعد مین نے
اونسے کہا کہ اوس معجون نے آپکو بہت فایدہ کیا - وہ ہنسین اور کہا تمہارے نزدیک بغیر دوا کے خدا صحت

نہین دیتا۔ مین متعجب ہوا۔ اوسوقت معلوم ہوا کہ وہ معجون اونکے عوض نبیا نے کہائی اور خدا نے دونون کو صحت عطا کی۔ ایک کو بحیلہ دوا کے اور ایک کو محض اپنے فضل و کرم سے۔

اون کا دستور تہا کہ جو کچہہ گہر مین آتا روپیہ۔ پیسہ۔ گانون کا یا ملکون کا غلہ مکانون کا کرایہ۔ تنخواہ قلعہ کی۔ باغون کا میوہ سب مین سے بحساب پانچ فیصدی کے خدا کے نام پر علیحدہ کر دیتی تہین۔ اپنی بہنون اور بہانجیون پر بہی تاکید تہی کہ اسیطرح پانچ فیصدی کے حساب سے خدا کی راہ پر دیا کرین اور جسقدر روپیہ اسطرح پر جمع ہوتا اوسکو نہایت عمدگی اور خوبی اور ایک انتظام سے خیرات مین صرف کرتین۔

اس طرح پر اونکے پاس ایک معقول سرمایہ جمع ہو جاتا تہا۔ اور اوس مین سے غریب پردہ نشین عورتونکی جو معاش سے تنگ ہوتین امداد کرتین۔ غریب عورتونکی جوان لڑکیون کے نکاح کو دیتی تہین اور اسطرح پر بہت سی غریب لڑکیون کا اونکی امداد سے نکاح ہوا ہے۔ نوکری پیشہ یا غریب اور مفلس خاندانونکی جوان لڑکیان جو بیوہ ہو جاتی تہین اونکا دوسرا نکاح کر دینے کی نصیحت کرتین اور اونکے نکاح کر دینے کو روپیہ سے امداد کرتین۔ وہ عموماً لوگون کو سمجہاتین کہ نکاح ثانی نکرنا دوسری چیز ہے مگر نکاح ثانی کو معیوب سمجہنا یا جسنے نکاح ثانی کیا ہے اوسکو حقیر و ذلیل سمجہنا سخت گناہ ہے۔

غریب رشتہ دارون کے گہر مین جاتین اور خفیہ طور پر یا کسی حیلہ سے اونکی امداد کرتین۔ بعض رشتہ دار ایسے بہی تہے کہ انہون ایسی عورتون سے شادی کر لی تہی جنسے

ملنا لوگ معیوب سمجھتے تھے ۔ مگر اونکا قول تہا کہ خدا کے حکم سے صلہ رحم سب پر مقدم ہے وہ خود اونکے گھر جاتین اور اونکی اولاد کے ساتھہ شفقت سے پیش آتین اور اونکے ساتھہ سلوک کرتین ۔

اونکو ہر ایک بات مین خدا پر بہت توکل تہا وہ یہہ کہا کرتی تہین کہ "دکھہ بیماری مین علاج کرنا ۔ دوا دینا صرف ایک حیلہ ہے ۔ شفا دینے والا خدا ہے ۔ اگر دوا اور حکیمون کے علاج سے لوگ مرا نہ کرتے تو تب لوگ خدا کو بہول جاتے "، وہ کہتی تہین کہ "اگر سیتلا کے پوجنے سے لڑکیان لڑکے سیتلا کی بیماری سے نہ مرتے تو تمام دنیا بجز اونکے جنکو خدا بچاتا کافر ہو جاتی "۔

کبہی کوئی منت و نذر و نیاز کسی امر کے لیے انہون نے نہین مانی ۔ گنڈے تعویذ پر اور تاریخون یا دنونکی سعادت و نحوست پر اونکو مطلق اعتقاد نہ تہا لیکن اگر کوئی کرتا تو وہ اسکو منع نہ کرتین اور کہتین کہ اگر اون لوگون کو اس سے منع کیا جاوے اور نہ کرنے دیا جاوے اور اتفاق سے وہ امر پیش آجاوے جسکے خوف سے وہ گنڈہ تعویذ کرتے ہین یا سعادت و نحوست دیکہتے ہین تو اونکے ایمان مین زیادہ خلل آجاویگا اور وہ یقین کرینگے کہ ایسا نہ کرنے سے یہہ ہوا اور اگر ایسا کیا جاتا تو یہہ نہوتا ۔ اونکا قول تہا کہ "ہر بات کے لیے صرف خدا سے دعا کی جاوے پہر وہ جو چاہیگا وہ کریگا "۔

وہ کہتی تہین کہ "مصیبتین جو انسانون پر پڑتی ہین اوس مین بہی خدا کی کچہہ حکمت ہوتی ہے مگر بندے اوس حکمت کو نہین سمجہہ سکتے "۔

میری ننہیال کو شاہ عبدالعزیز سے اور اونکے خاندان سے بہت عقیدت تہی مگر میری والدہ کو حضرت شاہ غلام علی سے بیعت و عقیدت تہی اور شاہ صاحب کے ہان اس قسم کی باتون کا پتہ بہی نہ تہا۔ اونکی عادت تہی کہ جب کوئی اونکے پاس کوئی حاجت لیجاتا تو وہ اوسیوقت ہاتہہ اوٹہاتے اور سب حاضرین سے کہتے کہ ،، دعا کرو کہ خدا اسکی آرزو پوری کرے،، یہی عقیدہ میری والدہ کو بہی مستحکم تہا۔

میری ننہیال کے بعض لوگ توہمات مین مبتلا تہے اور شاہ عبدالعزیز کے ہان جو کچہہ ہوتا تہا اوسپر اعتقاد رکہتے تہے۔ شاہ عبدالعزیز اور اونکے خاندان کے بزرگ لڑکون کو بعض بیماریون سے محفوظ رہنے کے لیے ایک گنڈہ دیا کرتے تہے جس مین ایک تعویذ ہوتا تہا اور اوس تعویذ مین ایک حرف یا ہندسہ سفید مرغ کو ذبح کرکے اوسکے خون سے لکہا جاتا تہا اور جس لڑکے کو پہنایا جاتا تہا بارہ برس کی عمر تک انڈا یا مرغی کہانے کا اوسکو امتناع ہوتا تہا۔

سید حامد اور سید محمود میرے دونون بیٹون کو بہی اونکی ننہیال والون نے وہ گنڈہ پہنایا۔ مگر میری والدہ کو یہہ خیال تہا کہ اس گنڈہ کے سبب سے انڈا یا مرغی نہ کہانا اور یہہ سمجہنا کہ اگر کہاوینگے تو کوئی آفت آویگی خدا پر ایمان رکہنے کے برخلاف ہے وہ اون دونون لڑکون کو جب کبہی وہ اونکے ساتہہ کہاتے اور کوئی ایسی چیز بہی موجود ہوتی جس مین انڈا پڑا ہو یا مرغی کا سالن یا مرغ پلاؤ ہوتا تو بے تامل اونکو کہلا دیتین۔ وہ لڑکے پراٹہے اور انڈا پسند کرتے تہے۔ بے تامل اونکو پکوا کر کہلا دیتی تہین۔

مین جب دلی مین منصف تہا تو میری والدہ مجکو نصیحت کرتی تہین کہ وہ جہان جہان تم جانا لازمی سمجہتے ہو اور ہر حالت مین تمکو وہان جانا لازمی ہوگا تو تم وہان کبہی سواری پر جایا کرو کبہی پیادہ پا۔ زمانہ کا کچہہ اعتبار نہین ہے۔ کبہی کچہہ ہے اور کبہی کچہہ۔ پس ایسی عادت رکہو کہ ہر حالت مین اوسکو نباہ سکو۔ چنانچہ مین نے جامع مسجد اور حضرت شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ مین جانے کا یہی طریقہ اختیار کیا تہا کہ اکثر دونون جگہہ پیدل جاتا تہا اور کبہی سواری پر۔

میرے بہائی سید محمد خان اور حکیم غلام نجف صاحب سے بہت دوستی تہی آپس مین بہائی بہائی کہتے تہے۔ مین بہی اونکو اپنے بڑے بہائی کی برابر سمجہتا تہا۔ سید محمد خان کے انتقال کے بعد جب مین دہلی مین منصف ہوکر آیا تو مین اوسی طرح حکیم غلام نجف صاحب سے ملتا تہا۔ ہفتہ مین دو روز اونکے پاس جاتا تہا اور وہ بہی وقت معین مین میرے پاس آتے تہے۔ اتفاقاً حکیم غلام نجف صاحب کچہہ ناراض ہوگیے۔ مین بدستور اونکے پاس جاتا رہا اور ملتا رہا۔ مگر اونہون نے آنا چہوڑ دیا۔ بہت دنون تک مین نے اسکا کچہہ خیال نہ کیا۔ آخر کو مین نے بہی اونکے ہان جانا بہت کم کردیا۔ ایک دفعہ میری والدہ نے مجہہ سے کہا کہ "مین سمجہتی ہون کہ تم اب حکیم غلام نجف کے پاس بہت کم جاتے ہو اسکا کیا سبب ہے" مین نے جو بات تہی وہ کہی اونہون نے کہا "نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو تم اچہا نہین سمجہتے وہی بات تم بہی کرتے ہو۔ جہان دوستی ہے اوسکا پورا کرنا چاہیے۔ یہ تمہارا فرض ہے اور اوس دوست کو دوستی کا پورا برتاو کرنا اوسکا

فرض ہے تم دوسری شخص کے فرض کے ادا کرنے کے کیون ذمہ وار ہوتے ہو تمکو بدستور ملنا اور اپنا فرض ادا کرنا چاہیے - اس سے تمکو کیا کہ دوسرا بہی اپنا فرض ادا کرتا ہے یا نہین،، -

اس زمانہ مین کہ میرے خیالات مذہبی محققانہ اصول پر ہین اس وقت بہی مین اپنی والدہ کے عقائد مین کوئی ایسا عقیدہ جسپر کسی قسم کے شرک یا بدعت کا اطلاق ہوسکے نہین پاتا بجز ایک عقیدہ کے کہ وہ سمجہتی تہین کہ عبادت بدنی یعنی قرآن مجید پڑھکر بخشنے کا یا فاتحہ دیکر کہانا تقسیم کرنے کا ثواب مُردے کو پہونچتا ہے -

مین ان دونون باتون کا قائل نہین ہون - عبادت بدنی مین تو مین نیابت کا قائل نہین ہون اور عبادت مالی مین بہی بجز اوس صورت کی کہ متوفی اپنی زندگی مین کچہہ مال کسی کار خیر کے لیے کسی کے سپرد کر جاوے نیابت کا قائل نہین ہون تعجب ہے کہ میرا عقیدہ اس زمانہ کے وہابیون یا اہل حدیث سے بہی زیادہ سخت ہے - کیونکہ گو وہ عبادت بدنی کے ثواب پہونچنے مین مختلف ہین مگر ہر حالت مین عبادت مالی کے ثواب پہونچنے مین سبکو اتفاق ہے -

ایک امر جو نہایت صبر و استقلال کا اون سے ظہور مین آیا وہ نہایت ہی عجیب ہے اور بہت کم اوسکی نظیر مل سکتی ہے - سید محمد خان اونکے بڑے بیٹے نے سینتیس ۳۷ برس کی عمر مین انتقال کیا - میری والدہ اور تمام لوگ چہوٹے بڑے اونکے زمانہ بیماری مین بیمارداری اور علاج معالجہ مین مصروف تہے - میری والدہ ہر وقت اونکے پاس بیٹہی رہتی تہین

قریب ایک مہینہ کے وہ بیمار رہے۔ آخر کار ایک دن صبح کے وقت اونکا انتقال ہوگیا سب لوگ گریہ وزاری کرنے لگے۔ جو رنج وغم اونکو ہوا ہوگا ظاہر ہے کہ اوس سے زیادہ کسی کو نہوا ہوگا۔ بے اختیار اونکی آنکھون سے آنسو نکلتے تھے۔ لیکن اوسی حالت مین انہون نے کہا کہ "خدا کی مرضی"۔ اور وضو کرکے صبح کی نماز پڑہنے لگین اور اشراق تک مصلے پر سے نہین اوٹھین۔ مین اوس زمانہ مین فتحپور سیکری مین منصف تہا۔ اس واقعہ کے بعد مین نے دہلی مین اپنی تبدیلی کرالی۔

اتفاق سے بعض رشتہ دارون کی ایک بیٹی (دختر) کی شادی اوسی زمانہ مین قرار پا چکی تہی اور صرف چار دن شادی کے باقی رہے تہے۔ اور وہ تمام سامان شادی کا کر چکی تہین کہ سید محمد خان کا انتقال ہوگیا اور جیسا کہ دستور ہے اون لوگون نے اوس لڑکی کی شادی کو ملتوی کرنا چاہا۔ میری والدہ تیسرے دن اپنے بڑے بیٹے کے انتقال کے اور ایسے سخت صدمہ کی حالت مین خود اون رشتہ دار کے گہر مین گئین اور کہا کہ "مین تمہاری بیٹی کی شادی مین آئی ہون۔ تین دن سے زیادہ ماتم رکہنے کا حکم نہین ہے۔ شادی کے ملتوی کرنے سے تمہارا بڑا نقصان ہوگا اور جو امر کہ خدا کو منظور تہا وہ ہو چکا۔ تم ہرگز شادی کو ملتوی مت کرو۔ اور جبکہ مین خود تمہارے گہر مین آئی ہون اور شادی کی اجازت دیتی ہون تو اور کوئی کیا کہہ سکتا ہے"۔

اگر لوگ ان باتون پر غور کرین تو سمجھ سکتے ہین کہ میری والدہ کیسی عالی خیال۔ اور نیک صفات اور عمدہ اخلاق۔ دانشمند اور دور اندیش۔ فرشتہ صفت بی بی تہین اور

ایسی مان کا ایک بیٹے پر جسکی اوسنے تربیت کی ہو کیا اثر پڑتا ہے۔
وہ مجھکو نصیحت کرتی تہین کہ ،،اگر کسی نے ایک دفعہ تمہاری ساتھہ نیکی کی ہو اور پہر بُرائی کرے۔ یا دو دفعہ نیکی کی ہو اور دو دفعہ بُرائی کرے تو تمکو آزردہ نہونا چاہیے۔ کیونکہ ایک یا دو دفعہ کی نیکی اور ایک یا دو دفعہ کی بُرائی برابر ہو گئی۔ مگر نیکی ایسی چیز ہے کہ اوسکے بعد نیکی کرنیوالا کیسی ہی بُرائی کرے اوسکی نیکی کے احسان کو بُھلایا نہین جا سکتا،،۔

مگر افسوس ہے کہ ایسی نیک بی بی کو اخیر عمر مین تکلیف پہونچی۔ جس زمانہ مین غدر ہوا مین بجنور مین صدر امین تہا اور میری والدہ اور گہر کے لوگ اور بچے اور سب عزیز و اقارب دہلی مین۔

وہ زمانہ غدر مین لوگون سے کہتی تہین کہ ،،انگریز تہوڑے دنون مین پہر آ جاوینگے تم سب خاموش اپنے گہرون مین بیٹھے رہو۔ جو لوگ فساد مین شریک نہونگے انگریز اون کو کچھہ نہین کہنے کے،،۔

اونکو یقین کامل تہا کہ ،،انگریز بجز اونکے جنہون نے فساد کیا ہے کسی کو کچھہ تکلیف نہین دینے کے،، جب زمانہ فتح دہلی قریب ہوا اور کشمیری دروازہ فتح ہو گیا۔ سب زن و مرد شہر سے باہر چلے گیے۔ مگر وہ اور اونکی ایک بہن جو نابینا تہین اسی یقین پر کہ انگریز بیگناہون کو نہین ستانے کے اپنے گہر سے نہین گیئن۔

مگر افسوس کہ اونکا خیال غلط نکلا اور جب دہلی فتح ہوی تو سپاہی گہرون مین

گھس آئے۔ تمام گھر لوٹ لیا۔ وہ مع اپنی بہن کے حویلی کو چھوڑ کر اوس کوٹھری مین چلی آئین جس مین زیبا لاوارث بڑھیا رہتی تھی۔

آٹھہ دس دن انھون نے نہایت تکلیف سے بسر کیے۔ اس عرصہ مین راقم خود بھی میرٹھہ مین آگیا تھا میرٹھہ سے دہلی پہونچا اور اپنی والدہ کے پاس گیا اوس وقت تین دن سے اونکے پاس کھانے کو کچھہ نہ تھا۔ گھوڑے کا دانہ کچھہ مل گیا اوسی پر بسر تھی۔ دو دن سے پانی بھی ہو چکا تھا اور پانی کی نہایت تکلیف تھی۔

مین نے کوٹھری کا دروازہ کھٹ کھٹایا اور آواز دی۔ انھون نے دروازہ کھولا پہلا لفظ جو اونکی زبان سے نکلا یہ تھا کہ "بیٹا تم یہان کیون آگیے یہان تو لوگون کو مارے ڈالتے ہین۔ تم چلے جاؤ ہم پر جو گذریگی۔ گذریگی"۔

مین نے کہا "آپ خاطر جمع رکھیے مجھے کوئی نہین ماریگا میرے پاس سب حاکمون کی چٹھیان ہین اور مین ابھی قلعہ کے انگریزون اور دہلی کے گورنر سے ملکر آیا ہون"۔ اونکی طمانیت ہوی اور معلوم ہوا کہ دو دن سے پانی مطلق نہین پیا ہے۔

مین پانی کی تلاش کو نکلا پانی اوسطرف کہین نہین ملا۔ کنوون پر کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے پانی نکالا جا سکے۔ ناچار پھر قلعہ مین گیا اور وہان سے ایک صراحی پانی کی لیکر چلا۔ جب اپنے گھر کے قریب کے بازار مین پہونچا تو دیکھا کہ وہی لاوارث بڑھیا سڑک پر بیٹھی ہے اور اوسکے ہاتھہ مین مٹی کی صراحی اور آبخورہ ہے اور کسی قدر بدحواس ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی پانی کی تلاش کو نکلی تھی۔ تھوڑی دور چلکر بیٹھہ گیئی اور پھر اوٹھا نگیا

مجہہ کو معلوم تہا کہ وہ بہی پیاسی ہے ۔ دو دن سے پانی نہین ملا ۔ مین نے اوسکے آبخورہ مین پانی دیا اور کہا دیا پانی پی لے، اوسنے کپ کپاتے ہاتہون سے آبخورہ کا پانی صراحی مین ڈالا اور کچہہ گرا دیا ۔ اور گہر کی طرف اشارہ کیا اور کچہہ کہا جسکا مطلب یہہ تہا کہ بیگم صاحب پیاسی ہین اونکے لیے پانی لیجاونگی اور اسی غرض سے پانی صراحی مین ڈالتی تہی ۔

مین نے کہا و میرے پاس پانی بہت ہے مین لے آیا ہون تو پانی پی لے پہر آبخورہ مین پانی دیا ۔ اوسنے پیا اور لیٹ گئی ۔ مین جلدی جلدی گہر کی طرف آیا اور اپنی والدہ اور خالہ کو تہوڑا تہوڑا پانی پینے کو دیا ۔ انہون نے خدا کا شکر کیا ۔ اب مین گہر سے نکلا کہ کچہہ سواری کا بندوبست کرکے اونکو میرٹہہ لیجاؤن جب اوس مقام پر پہونچا جہان بڑہیا زینا لیٹی تہی تو معلوم ہوا کہ وہ مرچکی ہے سارے شہر مین باوجودیکہ حکام نے بہی احکام جاری کیے لیکن کہین سواری نہ ملی ۔ آخرکار حکام قلعہ نے اجازت دی کہ شکرم جو سرکاری ڈاک میرٹہہ کو لیجاتی ہے مجکو دیدیجاوے ۔ مین وہ شکرم لیکر گہر آیا اور اپنی والدہ اور خالہ کو اوس مین بٹہا کر میرٹہہ لے آیا ۔

منشی الطاف حسین صاحب سررشتہ دار کمشنری میرٹہہ نے جو میرے ساتہہ بچپن سے کہیلے ہوے تہے اور اونکے خاندان اور میرے خاندان سے ارتباط قدیمی تہا میرے رہنے کو ایک مکان خالی کر دیا ۔ مین ہمیشہ اونکے اس احسان کو یاد رکہتا ہون ۔

اس تکلیف سے میری والدہ کی طبیعت جادۂ اعتدال سے منحرف ہو گئی اور

صفرا کی نہایت شدت ہو گئی۔ جو دوا یا غذا دیجاتی تھی وہ قی ہو جاتی تھی۔ کبھی اس
مرض مین کچھہ تخفیف ہو جاتی کبھی شدت ہو جاتی۔ آخر کار اسی مرض مین یکم ربیع الثانی
سنہ ۱۲۷۴ ہجری مطابق سنہ ۱۸۵۷ء کے انھون نے بمقام میرٹھہ انتقال کیا۔ مگر
اونکی نیک نیتی کا یہہ نتیجہ تھا کہ انتقال سے چند روز پیشتر اونکی بیٹی اور نواسیان اور
پوتے اور پوتیان اور بہوویئن جو مختلف مقامات مین چلی گئی تھین سب اونکے پاس
میرٹھہ مین جمع ہو گئی تھین۔ اور انھون نے سب کو صحیح و سالم اور خیر و عافیت
سے دیکھہ کر نہایت خوشی کی تھی۔

انھون نے انتقال سے ایک روز پہلے صرف دو وصیتین مجکو کین۔ ایک
یہہ کہ اونکو بغلی قبر مین جو مسنون ہے دفن کیا جاے۔ دوسری یہہ بات کہی کہ اونکی
ذمہ نہ تو کوئی روزہ قضا کا ہے اور نہ کوئی نماز قضا کی ہی۔ صرف ان ہی دنون کی نمازین
اگرچہ مین نے پڑہی ہین لیکن اگر مین زندہ رہتی تو اونکی بہی قضا پڑہتی۔ میرے مرنے
کے بعد تم اوس قدر دنون کی نماز و نکا حساب کر کر کفارہ کے گیہون غریبون کو دیدینا
جبکہ دوسرے دن اونھون نے قضا کی تو مین نے اونکی دونون وصیتون کو پورا
کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

تمت بالخیر

اطلاع

اگرچہ یہ کتاب قلیل الاجزا ہے مگر اسکی قیمت
ایک روپیہ قرار پائی ہے اس لیے کہ جس قدر
کتابین فروخت ہونگی اونکی قیمت مدرستہ العلوم
مسلمانان واقع علی گڈہ کو دی جاویگی پس
خریدار اسکی قیمت کو گران نہ سمجھین گے بلکہ یہ کہینگے

سفالِ چیند دادم جان خریدم
تعالی اللہ زہی ارزان خریدم